مولانا آزاد لائبریری

علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے

نادر مخطوطات

مولانا آزاد لائبریری
علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے
نادر مخطوطات

تحقیق و تعارف

سید محمود حسن قیصر امروہوی

تقریظ

حبیب الرحمٰن چغتائی

انجمن ترقی اردو (ہند)

سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو (ہند) ۱۵۴۷

سنہ اشاعت	:	۲۰۰۵ء
قیمت	:	۸۰/= روپے
سرورق	:	محمد ساجد، انجمن ترقی اردو (ہند)
کمپوزنگ	:	محمد ساجد، جاوید رحمانی
بہ اہتمام	:	اختر زماں
طباعت	:	ثمر آفسٹ پرنٹرز، نئی دہلی۔

Maulana Azad Liabrary Aligarh Muslim University Ke Nadir Makhtootat

by : Habeeb-ur-Rehman Chighani

2005

Rs. 80 /=

ISBN : 81-7160-126-X

Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)

Urdu Ghar : 212, Rouse Avenue, New Delhi-110002

Contact : 23237210, 23236299, Fax : 23239547

http\\www.anjuman-taraqqi-urdu-hind.com

E-mail : urduadabndli@bol.net.in

فہرست

حرفِ آغاز

علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کی مولانا ابوالکلام آزاد لائبریری اپنی خاص نوعیت کی وجہ سے ہندوستان کی اہم ترین لائبریریوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس لائبریری میں بہت بڑی تعداد میں انگریزی، اردو، فارسی اور عربی کی نادر مطبوعات اور مخطوطات محفوظ ہیں۔ بقول یوسف حسین خاں مرحوم "ممکن ہے کہ ایسی انگریزی کتابیں ہندوستان کی اور لائبریریوں میں بھی ہوں، لیکن مسلم یونی ورسٹی کی اس لائبریری کو ہندوستان کی دوسری لائبریریوں پر یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں اردو، فارسی اور عربی کی نادر مطبوعات اور مخطوطات بڑی تعداد میں محفوظ ہیں، اس کے علاوہ ہندی اور سنسکرت کی کتابیں بھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ میری اطلاع کے مطابق مولانا آزاد لائبریری کے اردو سیکشن میں تقریباً ایک لاکھ کتابیں اور رسالے ہوں گے جو تمام انسانی علوم کا احاطہ کرتے ہیں۔ اس لائبریری میں اردو، فارسی اور عربی کی بہت سی اہم شخصیتوں کے ذخیرے بھی شامل ہیں جو ان حضرات کی وفات کے بعد ان کے وارثین نے لائبریری کو بطور عطیہ پیش کیے تھے۔ جن ادیبوں، شاعروں اور عالموں وغیرہ کی کتابیں مولانا آزاد لائبریری میں محفوظ کی گئی ہیں۔ ان کے نام ہیں: نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ، مولانا احسن مارہروی، سرشاہ محمد سلیمان، مولانا عبدالسلام، رام بابو سکسینہ، سبحان اللہ، مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی، کیفی اعظمی وغیرہ کے بیش بہا ذخیرے لائبریری میں موجود ہیں۔ اس لائبریری میں مولانا عبدالماجد دریا آبادی کا وہ ذخیرہ بھی شامل ہے جس میں مختلف زبانوں کی تین ہزار نوسو کے قریب کتابیں اور رسالے ہیں۔ ہندوستان کی لائبریریوں میں نادر مخطوطات کی اچھی خاصی تعداد ہے۔ لیکن ابھی تک ان کی توضیحی فہرستیں (Descriptive Catalogue) تیار نہیں کی گئیں اور اگر کسی لائبریری نے تیار بھی کی ہیں تو بالکل ادھوری اور پھر یہ فہرستیں مخطوطات اور مطبوعات کی ایسی تفصیل بیان نہیں کرتیں جن سے محققین مکمل طور پر استفادہ کر پائیں۔

مشہور مورخ جناب اطہر عباس رضوی نے مولانا ابوالکلام آزاد لائبریری میں محفوظ کچھ کتابوں کی توضیحی فہرست انگریزی میں تیار کی تھی۔ اس کے بعد سید محمود حسین قیصر امروہوی نے لائبریری کی کتابوں کی تین توضیحی فہرستیں تیار کیں، یہ فہرستیں ہیں احسن مارہروی، نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ کے ذخیروں کی اور ذخیرۂ آفتاب کی۔ اب انھوں نے ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہے جس میں علی گڑھ کی مولانا آزاد لائبریری کے کچھ نادر مخطوطات کا محققانہ اور عالمانہ انداز میں تعارف کرایا ہے۔ اگرچہ قیصر صاحب نے لائبریری سائنس کی باقاعدہ تربیت حاصل نہیں کی لیکن عملی تجربے سے انھوں نے اس فن پر ایسی قدرت حاصل کرلی ہے کہ بیشتر سند یافتہ بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ قیصر صاحب کی ایک بڑی خوبی

یہ ہے کہ وہ صرف فہرست ساز نہیں ہیں بلکہ انھیں عربی، فارسی اور اردو زبانوں پر قدرت حاصل ہے۔ نیز متنی تنقید اور تحقیق کے مسائل پر ان کی بہت گہری نظر ہے۔

اس کتاب سے میں یہاں دو مثالیں پیش کرنا چاہتا ہوں۔لائبریری میں قرآن مجید کا ایک نسخہ ہے ،جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ اورنگ زیب عالمگیر کا ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ بات اس لیے مشہور ہوگئی کہ قرآن مجید کے آخر میں ایک مخروطی دائرے میں لکھا گیا ہے ''نوشتۂ عالمگیر محی الدین اورنگ زیب ۱۰۸۷ء''۔

قیصر صاحب نے مدلّل طریقے سے ثابت کیا ہے کہ قرآن شریف کا یہ نسخہ اورنگ زیب کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں ہے بلکہ نسخے کی قیمت بڑھانے کے لیے کسی نے یہ الفاظ لکھ دیے ہیں۔اسی طرح لائبریری میں ۱۱۲۵ھ کا لکھا ہوا تفسیرِ قرآن کا ایک نسخہ ہے۔ یہ نسخہ سبحان اللہ کلیکشن میں شامل ہے۔اس کلیکشن کا کٹیلاگ محمد کامل حسین صاحب نے تیار کیا تھا۔ اُنھوں نے اس تفسیر کا مولف امام جعفر صادق کو بتایا ہے۔ قیصر صاحب نے مدلّل طریقے سے ثابت کیا ہے کہ اس نسخے کا امام جعفر صادق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ قیصر صاحب نے تقریباً ۱۳۸ مخطوطات کی وضاحتی فہرست تیار کی ہے۔اس کے علاوہ اُنھوں نے فہرست کے آخر میں مولفین کے کچھ خود نوشت مخطوطوں کی تفصیل بیان کی ہے اور کچھ ایسے نسخوں کا بھی ذکر کیا ہے جو مختلف وجوہ سے بہت اہم ہیں۔ مثلاً سراج الدین علی خاں آرزو کا 'دیوانِ آرزو'، جس کے سرورق پر صلاح الدین خاں فدوی۔ محمد شاہ بادشاہ، امجد علی شاہ اور واجد علی شاہ کی مہریں ثبت ہیں۔

اس فہرست میں 'کلیاتِ حزیں' بھی ہے۔اس کے بارے میں قیصر صاحب نے بتایا ہے کہ نسخۂ حزیں خود نوشت نسخے کی نقل ہے۔ ایک اور مخطوطہ ہے 'مثنوی مجمع البحرین' اس کے مولف شمس الدین کاتبی نیشاپوری ہیں۔ان کا انتقال ۸۳۸ھ میں ہوا تھا۔ اس مخطوطے پر قطب شاہی خاندان کے تین بادشاہوں (۱) سلطان محمد قطب شاہ (۲) سلطان محمد ابراہیم شاہ اور (۳) محمد قلی قطب شاہ کی مہریں ثبت ہیں۔

غرض یہ ہے کہ تحقیق اور متنی تنقید کے نقطۂ نظر سے یہ ایسی فہرست ہے جس سے محقق کو بہت زیادہ فائدہ پہنچے گا۔

اس کتاب پر حبیب الرحمٰن چغانی صاحب نے ایک مختصر لیکن بہت ہی جامع تقریظ لکھی ہے۔ جس سے کتاب کی اہمیت اجاگر ہو جاتی ہے۔ایسی تقریظ وہی شخص لکھ سکتا ہے جو لائبریری سائنس کے بنیادی اصولوں سے واقف ہو اور جسے عربی فارسی اور اردو پر پوری مہارت حاصل ہو۔

خلیق انجم

تقریظ

یونی ورسٹی کے قلب میں ایک بلند بالا اور پُرشکوہ عمارت اپنے گنجینۂ بیش بہا میں عرفان و آگہی کے موتی لیے جویانِ علم کا پُرتپاک استقبال کرتی ہے۔ اس کی شہرت کی بازگشت ملک کے طول و عرض تک ہی محدود نہیں بلکہ ملکی سرحدوں سے ماورا دنیائے علم و ادب میں بھی سنی جاتی ہے۔ اپنے نوادر کی بنا پر اس کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ تشنگانِ علم نہ صرف ہندوستان کے گوشے گوشے سے یہاں ورود کرتے ہیں بلکہ بیرون ملک سے بھی کھچے چلے آتے ہیں۔ یہ عظیم الشان عمارت علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کا ہفت منزلہ مرکزی کتاب خانہ ہے جس کا سنگ بنیاد پنڈت جواہر لال نہرو نے ۱۲؍نومبر ۱۹۵۶ء کو رکھا اور ٹھیک چار سال کے بعد عمارت کے مکمل ہوتے ہی ۶؍اکتوبر ۱۹۶۰ء کو پنڈت جی ہی کے ذریعے اس کا افتتاح عمل میں آیا۔ اس کتاب خانے کو مفسر قرآن، خطیب بے تکان، قرطاس و قلم کے پاسبان، صاحب طرز انشا پرداز، بے مثال ادیب، آزاد ہند کے معمار اور ملک و ملت کے رہنما جمہوریۂ ہند کے پہلے وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد کے نام نامی اور اسم گرامی سے موسوم کیا گیا۔ اس طرح یہ مولانا آزاد لائبریری کے نام سے زبان زد خلائق ہوئی۔

سرسید احمد خاں نے اپنے تعلیمی مشن کا آغاز مدرستہ العلوم کی شکل میں ۱۸۷۵ء میں کیا۔ محمڈن

اینگلواورینٹل کالج کا سنگ بنیاد ۸؍جنوری ۱۸۷۷ء کو ہندوستان کے وائسرائے اور گورنر جنرل لارڈلٹن نے رکھا۔ لائبریری کی ابتدا سرسید کے نجی ذخیرے سے اسی زمانے میں ہوگئی تھی لیکن کالج لائبریری کے لیے ہال ۱۹۰۶ء میں تعمیر ہوا۔ تب یہ لائبریری وہاں منتقل ہوئی اور اس کا نام لٹن لائبریری رکھا گیا۔ ۱۹۲۰ء میں جب اس کالج کو یونی ورسٹی کا رتبہ عطا ہوا تو ترقی کی سرگرمیاں بھی تیز ہوگئیں۔ چناں چہ لائبریری کی ترقی وترویج بھی تیز ہوگئی۔ رفتہ رفتہ اس کی عمارت میں اضافہ ہوتا رہا لیکن بڑھتی ہوئی ضرورت کے مدِ نظر یہ اضافہ ناکافی ثابت ہوا۔ ایک نئی عمارت کا مطالبہ شدومد سے کیا جانے لگا۔ جب ڈاکٹر ذاکر حسین یونی ورسٹی کے وائس چانسلر ہوئے تو یہ مطالبہ پورا ہوتا نظر آیا۔ یو جی سی نے ۱۳ لاکھ روپے کے صرفے سے ایک نئی عمارت کی منظوری دے دی جو ۱۹۶۰ء میں بن کر بالآخر تیار ہوئی۔ لٹن لائبریری اس وسیع و عریض اور شاندار عمارت میں منتقل ہوگئی۔ ڈاکٹر ذاکر حسین کے جہاں اور بہت سے کارنامے ہیں وہیں یہ لائبریری بھی یونی ورسٹی کے لیے ان کا ایک خوب صورت تحفہ ہے۔ شعبۂ مخطوطات سلطان جہاں منزل، شمشاد بلڈنگ میں قائم تھا وہ بھی لٹن لائبریری کے ساتھ کتابوں کے اس مرکز میں منتقل ہوگیا۔

اس لائبریری کی توسیع وترقی میں بہت سے اصحابِ خیر کا تعاون شامل رہا۔ مطبوعات و مخطوطات کے پورے پورے ذخیرے لائبریری کی نذر کیے جاتے رہے۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ کتابوں کے اضافے اور طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر یہ عمارت چھوٹی محسوس ہونے لگی اور توسیع کے پروگرام بننے لگے۔ اب تک تین دارالمطالعوں کا اضافہ ہو چکا ہے۔ قارئین ومحققین اپنی پیاس بجھانے کے لیے یہاں آتے ہیں تو زائرین بڑی عقیدت سے اس لائبریری کا طواف کرتے ہیں۔

کہنے کو تو مولانا آزاد لائبریری ایک یونی ورسٹی لائبریری ہے لیکن اسے علمی دنیا میں ایک منفرد مقام حاصل رہا ہے۔ یونی ورسٹی کیمپس پر لائبریریوں کا ایک جال پھیلا ہوا ہے وہ سب اسی

مرکزی کتاب خانے کے تحت کام کرتی ہیں۔ یہاں کا کُل ذخیرہ تقریباً دس لاکھ مطبوعات، مخطوطات، رسائل اور سمعی بصری مواد پر مشتمل ہے۔ سب سے بڑا کلکشن انگریزی زبان میں ہے۔ کتابیں اور رسائل ان تمام موضوعات پر ہیں جن کی یہاں تدریس ہوتی ہے۔ سماجی اور سائنسی موضوعات کے علاوہ انگریزی ادب، فنون لطیفہ، اسلام، اسلامی تاریخ و فلسفے پر گراں قدر تصانیف موجود ہیں۔ موضوعی اور تحقیقی جرائد شعبہ جاتی کتاب خانوں میں رکھے جاتے ہیں۔ اس کلکشن میں ۱۶ویں، ۱۷ویں اور ۱۸ویں صدی کی بعض اہم کتابیں دستیاب ہیں۔ انگریزی زبان میں چند قابل قدر عطیات نے اس کلکشن کی افادیت میں مزید اضافہ کردیا ہے۔ مثلاً حامد علی کلکشن، ڈاکٹر ولی محمد کلکشن، آفتاب کلکشن اور عثمانیہ کلکشن وغیرہ۔ ہر چند کہ اس کلکشن کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے لیکن مولانا آزاد لائبریری کو جو شہرت اور خصوصیت حاصل ہے اس کا اصل دارومدار شعبۂ شرقیات اور شعبۂ مخطوطات پر ہے۔ ڈاکٹر یوسف حسین خاں مرحوم، سابق پرووائس چانسلر، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی اور چیرمین لائبریری کمیٹی کہا کرتے تھے کہ انگریزی کتابیں ہوسکتا ہے دوسری لائبریریوں میں اس سے زیادہ اور نایاب مل جائیں مگر یہاں کا اصل سرمایہ تو مشرقی علوم پر اردو، فارسی اور عربی مطبوعات اور مخطوطات ہیں جو ہمیں دیگر کتاب خانوں سے متمیز کرتے ہیں۔ یہ اثاثہ ہمیں اپنے اسلاف سے ملا ہے اس کی نگہداشت اور تحفظ ہمارا فریضہ ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے اس کی عظمت کا راز انہی بیش قیمت اور وقیع ذخائر میں مضمر ہے۔ شعبۂ شرقیات عربی، فارسی، اردو، ہندی اور سنسکرت میں مشرقی علوم پر مطبوعات اور سرسید کلکشن کا اِحاطہ کرتا ہے۔ سرسید کلیکشن میں بانی درسگاہ کی اپنی اصل تصانیف کے علاوہ جو کچھ ان پر لکھا گیا ہے وہ سب یکجا کردیا گیا ہے۔ مزید برآں سرسید کے جاری کردہ ''تہذیب الاخلاق'' اور علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے شمارے بھی وہاں محفوظ ہیں۔ یہاں کا اردو سیکشن بلاشبہ بہت اہم ہے اور لائبریری کی آن ہے۔ اردو سیکشن میں کم وبیش ایک لاکھ کتابیں اور رسالے ہوں گے جو اردو ادب کے علاوہ اسلامی علوم پر وافر مواد فراہم

کرتے ہیں۔ بعض قدیم رسائل کے پورے پورے فائل موجود ہیں۔ اردو میں اپنے نوادر اور تعدادِ کتب کی وجہ سے یہ ہندوستان کی ایک بہت بڑی لائبریری تسلیم کی جاتی ہے۔ بعض حضرات کے نجی کتب خانوں نے اس سیکشن کو چار چاند لگا دیے ہیں مثلاً رام بابو سکسینہ، شیفتہ، سر شاہ محمد سلیمان، عبدالسلام، احسن مارہروی، سبحان اللہ اور حبیب گنج وغیرہ۔ تقریباً دو تین سال پہلے کیفی اعظمی کلکشن کا اضافہ ہوا ہے۔ کافی پہلے لائبریری نے مشہور مفسر قرآن، ادیب اور صحافی مولانا عبدالماجد دریابادی کا ۳۹۰۰ کتابوں اور رسالوں پر مشتمل پورا کلکشن قیمتاً حاصل کیا تھا۔ جو خدمات ماضی میں یہاں دی جاتی تھیں ان میں کمی آتی جا رہی ہے۔ یہ سیکشن خصوصی توجہ کا محتاج ہے تا کہ قارئین اس وقیع ذخیرے سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔

شعبۂ مخطوطات کو اگر مولانا آزاد لائبریری کی جان کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ مخطوطات کی کمیت اور کیفیت کی وجہ سے اس لائبریری کا شمار ہندوستان کے چیدہ قلمی کتاب خانوں میں ہوتا ہے۔ اس میں ۱۴۵۷۹ مخطوطات ہیں۔ مائکرو فلمز اور روٹو گرافز بھی اس میں شامل ہیں۔ سکّے بھی خاصی تعداد میں ہیں مگر وہ اس سے الگ ہیں۔ مخطوطات کا یہ گنج گراں مایہ بارہ ذخائر پر مشتمل ہے۔ ان میں ایک ذخیرہ لائبریری کا جمع کردہ ہے جس کی ابتدا سر سید کے عطیات سے ہوئی تھی۔ اس میں بعض مخطوطات ایسے بھی ہیں جو ان کے مطالعے میں رہے تھے۔ جگہ جگہ ان کے ہاتھ کے دیے گئے نوٹس اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہ ذخیرہ نمو پذیر ہے۔ اس میں مستقل اضافہ ہوتا رہا ہے۔ سب سے زیادہ مخطوطات اسی میں ہیں جن کا حصول ہدایا کے علاوہ خریداری کے ذریعے بھی ہوتا رہا ہے۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ گیارہ ذخائر وہ ہیں جو بطور عطیات موصول ہوئے ہیں جو ان ناموں سے معروف ہیں: ذخیرۂ شیفتہ، ذخیرۂ عبدالسلام، ذخیرۂ سر شاہ محمد سلیمان، ذخیرۂ سبحان اللہ، ذخیرۂ آفتاب، ذخیرۂ احسن مارہروی، ذخیرۂ حبیب گنج، ذخیرۂ منیر عالم، ذخیرۂ قطب الدین، ذخیرۂ عبدالحیٔ فرنگی محل اور جواہر میوزیم۔ ہر ذخیرے کی اپنی اہمیت ہے۔ اس خزانے میں بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں

ملتی۔ مثال کے طور پر کچھ نوادر کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قدیم ترین مخطوطہ قرآن مجید کے ایک جز کا چرمی نسخہ ہے جو خطِ کوفی میں لکھا ہوا ہے اور غلط طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ یہ ۳۴ اوراق پر مشتمل ہے۔ خدا بخش لائبریری میں بھی سورۂ ابراہیم کی دو تین آیتیں خط کوفی میں کھال پر لکھی محفوظ ہیں۔ انھیں ایک شیشے کے فریم میں رکھا ہے۔ رام پور رضا لائبریری میں مکمل قرآن پاک کا چرمی نسخہ خط کوفی میں دستیاب ہے۔

القمیص الجوشی المصحفی: ایک صدری کے دونوں طرف خط خفی میں لکھا ہوا پورا کلام پاک ہے جو ایک شیشے کے فریم میں بہت سلیقے سے رکھا گیا ہے۔ سر سید احمد خاں کے پوتے سر راس مسعود کو ان کے دوست لارڈ لوتھین نے یہ بطور تحفہ ۱۹۳۳ء میں یورپ میں دیا تھا۔ اسے محدّب شیشے سے بآسانی پڑھا جا سکتا ہے۔ جب لائبریری میں خطی نوادر کی نمائش ہوتی ہے تو اسے بھی دکھایا جاتا ہے۔

سی ورقی قرآن: تیس اوراق پر مشتمل یہ نسخۂ قرآن شہنشاہ اورنگ زیب کو ہدیہ کیا گیا تھا۔ پورا نسخہ مطلا و مذہب ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بھی سی ورقی قرآنی نسخہ موجود ہے۔

آیات بینات: قرآن پاک کی مختلف آیات پر مشتمل یہ نسخہ جہاں آرا بنت شاہجہاں بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ سنہ کتابت ۱۰۷۳ھ ہے۔ اس کے سرورق پر کئی امرا کی مہریں ثبت ہیں۔

شرح گلستاں: شیخ سعدی کی مشہور گلستان کی عربی شرح ہے۔ جس کا شارح مصطفیٰ بن شعبان السروری ہے۔ تاریخ کتابت ۱۱۱۲ھ ہے۔ اس کا دوسرا نسخہ کہیں نہیں ملتا۔

ملفوظات اخی جمشید راجگیری: یحیٰ بن علی اصغر بن عثمان الحسینی کی ۱۱۷۹ھ کی یہ تالیف ۲۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کا شمار ۹ویں ہجری کے اکابر صوفیا میں ہوتا ہے۔ راجگیر قنوج کے

نواح میں ہے۔اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ دنیا بھر میں اس کا دوسرا نسخہ دستیاب نہیں۔

خطاطی اور مصوری کے شہ پارے اس ذخیرے کی نہ صرف زیب و زینت ہیں بلکہ اس کی اہمیت کو دوچند کردیتے ہیں۔ جواہر میوزیم میں ۲۵ اوراق پر مشتمل ایک نہایت خوب صورت خطاطی کا البم ہے جس میں مختلف ترجیع بند رقم کر کے مشہور خطاط اظہر نے خطاطی کے حسین نمونے پیش کیے ہیں۔یہ تبریز سے ہرات آیا اور تیموری سلاطین کے یہاں باریاب ہوکر سرفراز ہوا۔دیوان حافظؔ کا جو نسخہ یہاں موجود ہے وہ اظہر کے مشہور شاگرد سلطان قلی مشہدی کے قلم کا کارنامہ ہے۔

خمسہ نظامی: نظامی گنجوی کی پانچ مثنویوں کا یہ مجموعہ ۳۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۹۶۳ھ/۱۵۵۵ء ہے۔ شروع کے دو صفحات مطلا و مذہب ہیں۔ اس کے علاوہ ۷ ایرانی تصاویر بھی اس میں شامل ہیں۔کہا جاتا ہے کہ یہ نادرالوجود نسخہ ہے۔

خمسہ نظامی مکتوبہ حسین عبدالسلام ۸۶۳ھ سترہ تصاویر پر مشتمل ہے۔ یہ دونوں مصوری کے بہترین نسخے ہیں۔ان کے علاوہ چاول کے دانوں پر بھی کمال خطاطی کے نمونے موجود ہیں۔ایک دانے پر سورۂ اخلاص لکھی ہوئی ہے تو دوسرے پر اس زمانے کے ایک وائس چانسلر سرضیاء الدین احمد مرحوم کی رنگین تصویر ان کے تمام خطابات و اسناد کے ساتھ بنائی گئی ہے۔

مصوری کا ایک شاہکار شہنشاہ جہانگیر کے مشہور درباری مصور منصور نقاش کی بنائی ہوئی گل لالہ (The Tulip) کی تصویر ہے۔حکومتِ ہند نے مسلم یونی ورسٹی کے لائبریرین اور شعبۂ تاریخ کے ایک پروفیسر کے ہمراہ یہ نادر ترین تصویر نیویارک میں منعقدہ 'Festival of India 1985' میں نمائش کے لیے بھیجی تھی۔ یہ تصویر بشمول چند دیگر مخطوطات مولانا آزاد لائبریری سے غالباً ۱۹۷۱ء/۱۹۷۲ء میں چوری ہوگئی تھی لیکن اس وقت کے ڈپٹی ایجوکیشن منسٹر پروفیسر سید نورالحسن مرحوم کی بروقت کوشش سے تمام ملکی سرحدوں کی ناکہ بندی کردی گئی تھی اور

مسروقہ تمام چیزیں برآمد ہوگئی تھیں۔تب سے شعبۂ مخطوطات کا حفاظتی انتظام بے حد سخت کردیا گیا ہے۔

سنسکرت کی بعض اہم تصانیف کے فارسی تراجم نے اس ذخیرے کی قدروقیمت میں مزید اضافہ کردیا ہے۔اکبراعظم کے امرا میں نقیب خاں کا نام محتاجِ تعارف نہیں۔فارسی زبان میں اس کا مہابھارت کا ترجمہ یہاں دستیاب ہے۔شہنشاہ اکبر کے دربار کے ایک نامی گرامی دانشور اور عالم ابوالفضل فیضی نے سنسکرت سے مہاپُران، بھگوت گیتا، راماین، مہابھارت اور لیلاوتی کے فارسی میں ترجمے کیے ہیں وہ سب یہاں موجود ہیں۔داراشکوہ نے اپنشد کا ترجمہ 'سرّاکبری' کے عنوان سے کیا تھا وہ اور یوگ وشسٹ کا اسی کا کیا ہوا ترجمہ بھی یہاں موجود ہے۔

شعبۂ مخطوطات نے جہاں حفاظتی انتظامات کا اتنا اہتمام کیا ہے وہیں خستہ، بوسیدہ، دریدہ اور کرم خوردہ مخطوطات کی اصلاح اور مرمت کا بھی التزام کیا ہے۔اس شعبے میں ایک Mendery قائم کررکھی ہے تاکہ مرمت کے واسطے مخطوطات کو باہر نہ لے جانا پڑے۔ لائبریری کے تہ خانے میں Bindery بھی ہے جہاں Lamination ہوتا ہے۔جہاں مخطوطات رکھے جاتے ہیں اس حصّے کو ایرکنڈیشن کیا گیا ہے تاکہ درجۂ حرارت اور رطوبت کو قابو میں رکھا جاسکے۔

تحقیق کرنے والوں کو یہاں ہر ممکن سہولت دی جاتی ہے۔مطالبے پر انھیں مخطوطات کی مائکروفلمز مناسب قیمت پر فراہم کی جاتی ہیں۔جہاں تک جدید ٹیکنالوجی کا تعلق ہے ان سے بھی حتی المقدور فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی جارہی ہے۔انگریزی زبان میں مطبوعات کی بڑی تعداد کا Online Public Access Catalogue(OPAC) تیار ہوگیا ہے۔ مخطوطات کی محتویات کو Digitise کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔خستہ و بوسیدہ مخطوطات کی اصلاح کا کام بھی کمپیوٹر کی مدد سے شروع کردیا گیا ہے۔اسے digital

ہے۔خود میں نے جب کمپیوٹر کے پردے پر اصلاح شدہ ورق دیکھا تو حیرت زدہ رہ گیا۔ وہ ہر عیب سے پاک تھا۔ اس کو پڑھنے میں جو آسانی ہوگی وہ اپنی جگہ مسلّم لیکن قلب ونظر کو بھی یک گونہ فرحت وطمانیت ہوگی۔ یہ کام بہت وقت طلب ہے۔ اگر عزم وارادہ قائم رہا اور جملہ ضروریات پوری ہوتی رہیں تو یہ کام ایک نہ ایک دن ضرور پورا ہوجائے گا۔ مآل کار تمام مخطوطات کے مشتملات مولانا آزاد لائبریری کی مجوزہ ویب سائٹ پر دستیاب ہوں گے جس سے ترسیل وابلاغ نہ صرف عالمی سطح پر ممکن ہوجائے گا بلکہ مخطوطات بھی غیر ضروری لمسِ دست سے محفوظ رہیں گے۔ اصل مخطوطات کو دیکھنے کی بہت ہی کم ضرورت ہوگی۔

restoration کہتے ہیں ۔ اس کے ذریعے وہ شے اپنی اصلی حالت پر واپس آجاتی

خوشی کی بات ہے کہ محکمۂ ثقافت، وزارت فروغِ انسانی وسائل، حکومت ہند کی جانب سے ایک پروگرام National Mission For Manuscripts شروع کیا گیا ہے۔ اب سے تقریباً ۸، ۱۰ سال پہلے یہ پروگرام بنایا گیا تھا۔ دیگر زبانوں میں یہ کام شروع ہوگیا تھا۔ مگر اردو، فارسی اور عربی زبانوں کے مخطوطات کے بارے میں حتمی فیصلہ نہیں ہوسکا تھا۔ طریقۂ کار بھی طے کیا جانا تھا۔ چناں چہ اس سلسلے میں متعلقہ کتاب خانوں سے تجاویز طلب کی گئی تھیں۔ دراصل مخطوطات تاریخ وثقافت، تہذیب وتمدن، زبان وادب، رسم ورواج، بود وباش، دین ومذہب وغیرہ کے اصل مراجع ہیں۔ یہ قومی سرمایہ ہیں۔ لہٰذا حکومت ہند نے ان کے تحفظ کو اپنی ذمے داری سمجھا اور قومی سطح پر یہ منصوبہ بنایا۔ اس کے دائرۂ کار میں صرف سرکاری یا نیم سرکاری کتاب خانوں کو ہی شامل نہیں کیا گیا بلکہ نجی ذخیروں بشمول مدرسوں، مسجدوں اور خانقاہوں کے ذخیروں کا بھی احاطہ کرنا ضروری سمجھا گیا۔ یہ کام اہم اور بڑے کتاب خانوں کے سپرد کیا گیا کہ وہ اپنے قلمی ذخائر کے علاوہ دیگر ذخیروں کی بھی فہرستیں تیار کرائیں تاکہ مخطوطات کا 'نیشنل کیٹلاگ' مرتب ہوسکے۔ اس منصوبے کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ اس دوران جو خراب وخستہ مخطوطات نظر آئیں ان کی مرمت کی ذمے داری بھی ان بڑے

کتاب خانوں کی ہوگی۔اس کام کے لیے سرمایہ حکومت فراہم کرے گی۔مگر نجی کتاب خانوں کے مالکوں اور متولیوں کو اندیشہ ہائے دور دراز پریشان کیے ہوئے ہیں کہ اس دلفریب اسکیم کے پردے میں کہیں ذاتی ملکیت پر تصرف تو مقصود نہیں۔لہٰذا حفظِ ماتقدم کے طور پر وہ اپنے مخطوطات کی مکمل فہرست سازی سے گریز کرتے ہیں تا کہ اسلاف کے اس اثاثے سے دوسرے لوگ پوری طرح واقف نہ ہوسکیں۔اپنے بوسیدہ اور کرم خوردہ مخطوطات کی مرمت کے لیے بھی وہ آسانی سے آمادہ نہیں ہوتے ہیں۔یہ تجربہ مجھے اپنے زمانۂ عظیم آباد میں اس وقت ہوا جب میں نے اس سلسلے میں بعض خانقاہوں سے رجوع کیا۔ مسائل تو بہرحال آئیں گے۔یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ہر ایک مخطوطے کا اندراج ہوجائے۔زیادہ سے زیادہ مخطوطات اس فہرست میں شامل ہوجائیں تو بہتر ہے۔اس طرح یہ قیمتی اثاثہ محفوظ ہوجائے گا اور ہزار ہا مخطوطات جن کا لوگوں کو علم بھی نہیں ہے وہ اس 'قومی فہرست' کی اشاعت یا انٹرنیٹ پر فراہمی کے بعد یک دم نظر میں آجائیں گے۔اس طرح قارئین کو بہت سا غیر متوقع مواد مل جائے گا اور تحقیق کے متنوع موضوعات سامنے آجائیں گے۔ساتھ ہی وہ مخطوطات جنھیں کبھی چھوا تک نہیں گیا تھا اپنے پڑھنے والوں کو پالیں گے۔ ہمیں حکومت کی نیت پر شبہ نہیں کرنا چاہیے اور اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں ہر ممکن مدد دینا چاہیے۔امید ہے نتائج اچھے برآمد ہوں گے۔

مشرقی کتاب خانوں کے معاملات و مسائل دیگر کتاب خانوں سے کافی حد تک مختلف ہوتے ہیں اور وہ خصوصی توجہ کے طالب ہوتے ہیں۔یہاں ان کے جملہ مسائل پر گفتگو کرنا نہ مناسب ہے اور نہ ممکن۔البتہ مخطوطات کے حوالے سے جو بات ضروری ہے اس کا ذکر کروں گا۔ مخطوطات کی توضیحی فہرست (Descriptive Catalogue) کی تدوین ایک بنیادی مسئلہ ہے جس سے ملک کی ہر لائبریری دوچار ہے۔کہیں کوئی استثنا نہیں۔ جہاں کہیں بھی مخطوطات موجود ہیں ان کی توضیحی فہرستیں مشکل ہی سے دستیاب ہیں۔اگر کسی زمانے میں کہیں

کچھ فہرستیں تیار ہوگئیں تو ہوگئیں اس کام میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔ غرض کہ پورے قلمی ذخیرے کی فہرستیں کہیں موجود نہیں۔ دراصل توضیحی فہرست میں جو معلومات درکار ہوتی ہیں وہ متعلقہ مخطوطے سے حاصل نہیں کی جاسکتی ہیں۔ کتب مراجع کی مدد سے انھیں تلاش کرنا پڑتا ہے۔ اگر مصنف غیر معروف ہو تو یہ کام اور بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ اس کی ادبی حیثیت متعین کرنے کے لیے اس کے معاصر مصنفین کے بارے میں جاننا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر ترقیمے میں تاریخِ تالیف درج نہیں تو پریشانی اور بڑھ جاتی ہے۔ مخطوطات کی مطبوعہ فہرستوں کو کھنگالنا پڑتا ہے۔ مخطوطے کی تشریح و توضیح کے لیے بہ نظرِ غائر اس کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے۔ یہی وہ مسائل ہیں جو اس کام کو پیچیدہ تر کر دیتے ہیں۔ ان مسائل کو حل کرنے کی بجائے ان سے حذر کیوں کیا جاتا ہے۔ اس کے اسباب و علل کیا ہیں اس پر قدرے غور کرتے ہیں۔ اولاً جو شخص مخطوطات کے شعبے کا ذمے دار قرار دیا جاتا ہے اس کو اپنے دیگر فرائضِ منصبی ادا کرنے کے ساتھ یہ ممکن ہی نہیں ہوتا کہ وہ توضیحی فہرست کی ترتیب و تدوین پر کچھ وقت صرف کرسکے۔ ماتحت عملہ کمیت و کیفیت کے اعتبار سے اس لائق نہیں ہوتا کہ اسے اس کام پر مامور کیا جاسکے۔ ثانیاً ہر کس و ناکس اس کام کو انجام نہیں دے سکتا۔ اس کے لیے دقیقہ رسی، عرق ریزی اور تحقیقی رجحان مطلوب ہے۔ ثالثاً جن لوگوں کو اس شعبے کا سربراہ مقرر کیا جاتا ہے وہ ان صلاحیتوں سے عموماً مبرا ہوتے ہیں۔ ان کی انصرامی استعداد اور شفافیت ان کے تقرر کا موجب ہوتی ہے۔ سرکاری سطح پر جو Qualifications متعین کی جاتی ہیں وہ عام قسم کی ہوتی ہیں۔ یہاں کی مخصوص ضروریات سے ان کا کوئی علاقہ نہیں ہوتا۔ مثلاً جو لوگ ایم۔اے (عربی و فارسی، تاریخ اور اسلامیات وغیرہ) اور بی۔لب ایس سی، کی سندوں کے حامل ہوتے ہیں ان کا تقرر کر دیا جاتا ہے۔ وہ مشرقی کتاب خانوں کے بنیادی مسائل سے قطعی ناواقف ہوتے ہیں اس میں ان کا کوئی قصور نہیں۔ یہ ہمارے نظامِ تعلیم و نصابِ تعلیم کا نقص ہے۔ ہندوستان میں لائبریری اور انفارمیشن سائنس کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں مشرقی کتاب خانوں

کے بارے میں تعلیم دی جاتی ہو۔ اگر کہیں نصاب میں رسماً اس سے متعلق کچھ شامل کر بھی لیا گیا ہے تو وہ بالکل ناکافی ہے۔ مستزاد یہ کہ اسے پڑھانے والے بھی ناپید ہیں۔ بس تھوڑا بہت یوں ہی بتا دیا جاتا ہے جو عملی کتاب داری میں معاون نہیں ہوتا۔ جو حضرات مدارس سے فارغ ہوتے ہیں اُن کو لائبریری سائنس کی مطلوبہ ٹریننگ دی جائے اور ایم۔ اے کی شرط کو محذوف کر دیا جائے تو وہ بہتر ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مخصوص حالات کے پیش نظر سرکاری سطح پر متعینہ استعداد میں حسب ضرورت تخفیف و تبدیلی کرائی جائے۔ رابعاً اس کام کو قدرے فروتر بھی سمجھا جانے لگا اور معاوضہ بھی کم دیا جاتا ہے۔ اس کی صحیح قدر و قیمت تو محققین ہی جانتے ہیں عام لوگ تو توضیحی فہرست نگاری کو رسمی فہرست سازی گردانتے ہیں۔ خامساً جو حضرات اچھی استعداد کے مالک ہیں وہ لائبریری سائنس کی طرف جانے کی بجائے دیگر علوم میں درس و تدریس کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگر وہ کسی صورت سے لیکچرر ہو گئے اور عمر نے وفا کی تو پروفیسر ہونا تو لازمی ہے۔ حکومت نے لائبریرین کو ایک معلم کے برابر تسلیم کر لیا ہے لیکن عام طور پر اسے وہ مرتبہ نہیں دیا جاتا جو ایک معلم کو دیا جاتا ہے۔ ایک استاد کو جو عزت، شہرت اور دولت ملتی ہے اور دنیا بھر میں اس کے روابط پیدا ہو جاتے ہیں جس سے ایک لائبریرین عموماً محروم رہتا ہے۔ لائبریری میں صرف ایک ہی لائبریرین ہو سکتا ہے مگر ایک درسی شعبے میں بیک وقت کئی کئی پروفیسر ہو سکتے ہیں۔ لائبریری کے تکنیکی امور 'پس پردہ' ہوتے ہیں، لوگوں کو یہ معلوم بھی نہیں ہوتا ہے کہ اس کام کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔ لائبریری سائنس کی طرف لوگ شوقیہ کم مجبوراً زیادہ جاتے ہیں۔ یہاں ترقی کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔ یہی وجوہ ہیں کہ مخطوطات کے لیے باصلاحیت فہرست نگار نہیں مل پاتے ہیں۔ لہٰذا جہاں جو کام ہو گیا وہ غنیمت ہے۔ معیار کی جستجو کرنا دیوانے کا ایک خواب ہے۔ یہ مایوسی کا اظہار نہیں حقیقت کا اعتراف ہے۔ یہ میرا مشاہدہ اور تجربہ ہے جس کی روشنی میں یہ سطور صفحۂ قرطاس پر آ گئیں۔

مولانا آزاد لائبریری بھی اس صورت حال سے مستثنیٰ نہیں۔ ۱۹۶۰ء سے لے کر آج تک شعبۂ

مخطوطات کے کئی سربراہ آئے اور چلے گئے۔ مگر توضیحی فہرست نگاری میں کوئی معتد بہ کام نہ ہوسکا۔ سب سے پہلی توضیحی فہرست ۱۹۶۹ء میں منظرعام پر آئی۔ اس کی تدوین میں شعبۂ مخطوطات سے متعلق کسی شخص کا ہاتھ نہیں تھا۔ اس کو ترتیب دیا تھا مورخ اطہر عباس رضوی نے جو آسٹریلیا میں سکونت پذیر ہوئے۔ تاریخ کے پروفیسر ہوئے اور وہیں انتقال کیا۔ اس پر نظرثانی مختارالدین احمد صاحب نے کی ہے جو عربی کے معروف پروفیسر ہیں۔ اس کے بعد جو بھی کام اس سلسلے میں ہوا وہ سید محمود حسین قیصر امروہوی کی مساعیٔ جمیلہ کا نتیجہ ہے۔ اب تک جو توضیحی فہرستیں مرتب ہوکر شائع ہوچکی ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1. Catalogue of the Persian manuscripts in the Maulana Azad Library. AMU, Aligarh/prepared by Athar Abbas Rizvi and revised and edited by Mukhtaruddin Ahmad. Aligarh : AMU,1969. vol.I. History, biography, geography, cosmography, topography & travel.

2. Catalogue of manuscripts in the Maulana Azad Library, AMU, Aligarh/cop. by MH Razvi and MH Qaisar. --Aligarh MLA, 1981.

   vol.I Habibganj Collection Persian, pt.1.Poetry.

   vol.I pt.2. Islamic sciences, history, biography, etc. (1985)

3. Descriptive catalogue of Arabic manuscripts of Habibganj Collection (MAL) / prepared by MH Qaisar. --Aligarh : MAL,1993.

یہ تین بلکہ ظاہری اعتبار سے چار توضیحی فہرستیں انگریزی میں مرتب کی گئی ہیں تاکہ استعمال کنندگان کا حلقہ وسیع ہوجائے۔ ان کے علاوہ اردو زبان میں 'ذخیرۂ آفتاب'، 'ذخیرۂ احسن مارہروی' اور 'ذخیرۂ شیفتہ' کی توضیحی فہرستیں قیصر امروہوی ہی نے مرتب کی ہیں۔ مزید برآں 'جواہر میوزیم' اٹاوہ کے ساتھ اس کی توضیحی فہرست 'تذکرہ جواہر زواہر' مرتبہ محمد ابرار حسین فاروقی، جوائنٹ سکریٹری جواہر میوزیم واسلامیہ انٹرمیڈیٹ کالج، اٹاوہ بطور ہدیہ آزاد لائبریری

میں موصول ہوا تھا۔ علاوہ ازیں 'ذخیرۂ شیفتہ' کی یک سطری فہرست مرتبہ ابوبکر محمد شیث، ناظم دینیات مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ، ۱۹۳۲ء بھی موجود ہے۔ اسی طرح 'ذخیرہ سبحان اللہ' مرتبہ سید کامل حسین بھی یک سطری فہرست ہے۔ یہ ہے وہ کل متاع جو فہرستوں کی شکل میں یہاں موجود ہے۔ باقی ذخیروں کا صرف ایکسیشن رجسٹر ہی دستیاب ہے۔ یہ ایک بنیادی رکارڈ ہوتا ہے جس سے مخطوطات کی تعداد معلوم ہوتی ہے۔ اس سے مفر ممکن ہی نہیں۔ یہ یک سطری فہرست ہی کے مماثل ہوتا ہے۔

یہ تفصیل اس لیے فراہم کی ہے تا کہ صورتِ حال کا علم ہو جائے۔ خدا بخش لائبریری، رام پور رضا لائبریری اور دیگر خطی ذخائر کے مراکز بھی اسی کشتی میں سوار ہیں۔ اس کا حل کیا ہو، یہ غور طلب ہے۔

زیرِ نظر تحقیقی مقالے کے مولف سید محمود حسن قیصر امروہوی ہیں۔ یہ محتاج تعارف نہیں۔ ان کی بہت سی تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔ صاحب دیوان بھی ہیں۔ غرض کہ علمی اور ادبی حلقے میں خاصے معروف ہیں۔ میں ان کا تعارف بحیثیت ایک لائبریرین کرانا چاہتا ہوں۔ مولانا آزاد لائبریری کے شعبۂ مخطوطات میں وہ تقریباً نو سال (۱۹۷۶ء۔۱۹۸۵ء) تک وابستہ رہے۔ ادارۂ علوم اسلامیہ، علی گڑھ سے انھیں ترقی دے کر اسسٹنٹ لائبریرین کی حیثیت سے شعبۂ مخطوطات میں مقرر کیا گیا۔ صرف دو سال گزرے تھے کہ اپنی طبعی عمر کے اس مقام پر پہنچ گئے کہ سبکدوش کر دیے گئے۔ دو سال کی توسیع ملی اور بعد میں افسر بکار خاص ان کو مزید پانچ سال کا موقع دیا گیا۔ اسی زمانے میں مذکورہ فہرست سازی کا کام ہوا۔ اس سے پہلے ۱۹۴۵ء سے ۱۹۶۱ء تک رام پور رضا لائبریری میں خدمات انجام دیتے رہے تھے۔ خدا بخش لائبریری میں بحیثیت ریسرچ فیلو کچھ عرصے کام کرنے کا موقع ملا۔ اس دوران انھوں نے وہاں کی کتب مراجع کی فہرست مرتب کی۔ ایران کلچرل ہاؤس، نئی دہلی کو بھی اپنی خدمات سے فیض یاب کر چکے ہیں۔ موصوف عربی، فارسی اور اردو میں اچھی استعداد رکھتے ہیں۔ مدرسے سے فارغ

ہیں لیکن لائبریری سائنس میں کسی قابل ذکر سند کے حامل نہیں تاہم اکثر 'سند یافتہ' لائبریرین ان کی گردِ پا کو بھی نہیں پہنچتے۔ انھوں نے اس میدان میں اتنا کام کیا ہے جس کا اعتراف صرف ہندوپاک میں ہی نہیں دیگر ممالک میں بھی کیا گیا ہے۔ Dewey Decimal Classification, 16th ed. کے اسلام علوم سے متعلق حصّے کی توسیع کی جو مسلم یونی ورسٹی سے شائع ہوئی۔ حکیم عبدالحمید مرحوم کی فرمائش پر اسلام اور متعلقہ علوم پر درجہ بندی اسکیم وضع کی جسے ہمدرد نے شائع کیا۔ اس کے علاوہ اردو ترقی بورڈ نے ان سے ڈیوی ڈیسیمل کلاسی فکیشن کے نویں اڈیشن کا اردو میں ترجمہ کرایا جو دوبار شائع ہو چکا ہے۔ ان کی ایک اور اہم تصنیف 'اصول فہرست نگاری مشرقی کتاب خانوں کے لیے' ادارۂ علوم اسلامیہ' مسلم یونی ورسٹی نے زیورِ طباعت سے ۱۹۷۵ء میں آراستہ کیا۔ اس تفصیل سے مشرقی کتاب خانوں کے مسائل و معاملات میں ان کی گہری دل چسپی کا اظہار مقصود ہے۔ علم کتاب خانہ کے میدان میں ان کی خدمات کو نہ صرف ہندوپاک میں بلکہ دیگر ممالک میں بھی نگاہِ استحسان سے دیکھا گیا۔ ان مؤلفات سے ان کے عمیق تجربے، ژرف نگاہی اور علمی بصیرت کا پتا چلتا ہے تاہم کوئی کام حرفِ آخر نہیں ہوا کرتا، اس میں اصلاح و اضافے کی ہمیشہ گنجائش رہتی ہے۔ اُنھوں نے بنیاد فراہم کر کے تحقیق کی مزید راہیں کھول دی ہیں۔

قیصر صاحب کا یہ بسیط تحقیقی مقالہ مولانا آزاد لائبریری کے نادر مخطوطات کا احاطہ کرتا ہے۔ اس میں عربی و فارسی کے ۲۳۹ نوادر کا تعارف پیش کیا ہے۔ ابتدائی چند صفحات میں ان مخطوطات کا ذکر ہے جن کے بارے میں غلط روایتیں مشہور ہوگئی ہیں۔ یوں تو مسلمانوں کے نزدیک قرآن پاک واجب التعظیم ہے مگر ان غلط روایات کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب خط کوفی میں قرآن مجید کے ایک جز کے چرمی نسخے اور شہنشاہ اورنگ زیب کے مکتوبہ مصحف کو بڑی عقیدت و احترام سے دیکھا جاتا ہے۔ مؤلف نے دونوں روایتوں کا حقائق کی روشنی میں ابطال کیا ہے اور ان کی اصل حیثیت متعین کی ہے۔

'ذخیرۂ سبحان اللہ' کی فہرست میں مرتب محمد کامل حسین سے جو تسامحات ہوئے ہیں ان کی وضاحت کی ہے۔اسی طرح 'ذخیرۂ شیفتہ' کی فہرست کے مدون ابوبکر محمد شیث کی لغزشوں کی نشاندہی کی ہے۔انھوں نے مخطوطات کی چند اہم اور معروف فہرستوں کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔مثلاً

'Geschicte der Arabischen Litterutur' /Coral Brocklemann

'Geschicte das Arabischen Schrifttums' /Fuat Sezgin

'Persian literature: a bibliogrophical survey' /C. A. Storey

اور 'فہرست نمائش گاہ مخطوطات ونوادر کتب خانہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ، وغیرہ اور اس طرح اپنی تحقیق کو اعتبار واستحکام بخشا ہے۔

اس مقالے میں جن مخطوطات کا ذکر آیا ہے ان سے متعلق جملہ معلومات فراہم نہیں کی گئی ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ مطبوعہ فہرستوں اور اکسیشن رجسٹروں میں وہ دستیاب ہیں۔اگر یہ تفصیلات فراہم کردی جاتیں تو خود یہ ایک بنیادی دستاویز بن جاتا اور کسی دوسری فہرست کا سہارا نہ لینا پڑتا۔

جب مؤلف نے اپنا یہ مقالہ مجھے دکھایا تو اس کی اہمیت کے پیش نظر میں نے ڈاکٹر خلیق انجم سے رجوع کیا۔ان کی یہ علم دوستی ہی ہے کہ اب یہ مقالہ آپ کے سامنے ہے۔میں ان کے تعاون کے لیے شکرگزار ہوں۔امید ہے کہ علمی حلقے میں اس کی پذیرائی ہوگی۔

۲۵؍جولائی ۲۰۰۴ء حبیب الرحمٰن چغانی

سابق ڈائرکٹر، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ، بہار

سابق ڈپٹی لائبریرین، شعبۂ شرقیات، مولانا آزاد لائبریری

علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ، یوپی

تحقیق و تعارف

مولانا آزاد لائبریری اگر چہ ایک یونی ورسٹی لائبریری ہے، لیکن اس کا شعبۂ مخطوطات تعدادِ کتب اور نوادر ہر دو لحاظ سے قابلِ ذکر اہمیت کا حامل ہے۔ یہ شعبہ بارہ مختلف ذخائر پر مشتمل ہے۔ ان میں ذخیرۂ یونی ورسٹی کو چھوڑ کر سب وہ ذخیرے ہیں، جو ہندوستان کے مختلف امرا اور اہلِ علم نے ہدیہ کے طور پر دیے ہیں تا کہ یہ بیش بہا خزانے محفوظ ہو جائیں اور اہلِ علم اس سے استفادہ کرتے رہیں۔

ان مختلف ذخائر میں ذخیرہ حبیب گنج، ذخیرہ سبحان اللہ، ذخیرہ عبدالحیٔ، ذخیرہ جواہر میوزیم بڑے ذخیرے ہیں اور اپنے نوادر کے لحاظ سے بھی اہم ہیں۔ بقیہ ذخائر خاندانی کتب خانوں کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن مجموعی طور پر ان میں بھی نوادر خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔

ذخیرہ یونی ورسٹی، بانی جامعہ سرسید احمد خاں کے وقت سے قائم ہے اور اب اس میں مخطوطات کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ہے۔ اس میں کچھ ایسے مخطوطات بھی ہیں جو سرسید کے مطالعہ میں رہے ہیں اور مختلف مقامات پر ان کے اختلافی حواشی بھی ہیں۔ خاص طور پر امام ابو حامد الغزالی اور شاہ ولی اللہ کے استدلالات کو جگہ جگہ انھوں نے ہدفِ نقد بنایا ہے۔

قبل اس کے کہ میں وہاں کے کچھ نادر مخطوطات کا تعارف کراؤں، یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ چند

ایسے مخطوطات پر روشنی ڈال دوں جو اہلِ علم و تحقیق کو غلط فہمی میں مبتلا کیے ہوئے ہیں اور وہ کسی بڑے مصنف یا کسی بڑی شخصیت کی نسبت سے شہرت حاصل کر گئے ہیں۔

۱- قرآن مجید مکتوبہ ۱۰۸۷ھ۔ مقامی روایت کی بنا پر اس نسخہ کا کاتب شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۵۸-۱۷۰۷) کو بتایا جاتا ہے۔ اس کی وجہ غالباً صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ نسخے کے آخری صفحہ پر، جو بیاض الاصل ہے۔ مخروطی دائرہ کے اندر حسب ذیل عبارت تحریر ہے:

نوشتہ عالمگیر محی الدین اورنگ زیب ۱۰۸۷

لیکن جہاں تک ہم نے غور کیا یہ عبارت کسی بھی طرح اس کی دلیل نہیں بن سکتی کہ یہ نسخہ اورنگ زیب کا خود نوشت ہے، اس لیے کہ مخطوطات میں اکثر و بیشتر یہ دیکھا گیا ہے کہ نسخہ کی قیمت بڑھانے کی غرض سے لوگ کسی تاریخی اور اہم شخصیت کی طرف منسوب کر دیا کرتے تھے، جس کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ چناں چہ یہ عبارت بھی بعد کا اضافہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ متنِ قرآن کے خط سے اس کا خط مختلف ہے۔ اس کے علاوہ حسب ذیل دلائل سے بھی اس خیال کی تردید ہوتی ہے۔

اورنگ زیب نے اپنی پوری زندگی میں صرف دو ایک نسخے قرآن مجید کے لکھے ہیں، لیکن ان پر نہ اپنا نام لکھا نہ سنہ کتابت، جیسا کہ خود اس کے حسب ذیل بیان سے معلوم ہوتا ہے:

"من یک دو مصحف کہ نوشتہ ام، نام ننوشتہ ام، تاریخ ہم نوشتن درکار نیست، اگر برائے او سبحانہ نوشتہ اند۔ علم او حسبی وکفی۔"

(کلمات طیبات عالمگیری)

اس کے بین السطور سرخ روشنائی سے فارسی ترجمہ ہے۔ اورنگ زیب کے لیے کسی

طرح بھی اتنی فرصت توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ مع ترجمہ قرآن کی کتابت کرے۔ ممکن ہے یہ کہا جائے کہ یہ ترجمہ کسی دوسرے کاتب کا لکھا ہوا ہے۔ یہ امر اس لیے قرینِ قیاس نہیں کہ سطروں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جس میں خلاصہ طور پر ترجمہ لکھا جاسکتا ہو۔

اس نسخہ کی لوح اور جدولوں پر جو سنہری کام ہے، جیسا کہ اس زمانے میں عام رواج تھا، وہ اتنا ادنیٰ درجہ کا ہے جس کو ایک شہنشاہ سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ تفسیر قرآن: قرآن مجید کی اس تفسیر کا سنہ کتابت ۱۱۲۵ھ ہے۔ سبحان اللہ کلیکشن کے مطبوعہ کیٹیلاگ مرتبہ محمد کامل حسین ایم.اے. نے اس کا مولف امام جعفر صادق علیہ السلام متوفی ۱۴۸/ ۷۶۵ کو لکھا ہے لیکن اصل مخطوطہ میں کسی مقام پر اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی جس سے کسی حد تک بھی اس پر غور کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ تاریخی اعتبار سے بھی امام جعفر صادق کی تصانیف اور ان کی امالی میں قرآن مجید کی کسی تفسیر کا ذکر نہیں ملتا (دیکھیے الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، کشف الحجب والاستار)، البتہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے منسوب ایک تفسیرِ قرآن کا ذکر کتب مراجع میں ملتا ہے، جس کے راوی امام جعفر صادق ہیں۔ یہ تفسیر مختلف آیاتِ قرآنیہ اور ان کی شرح وتفسیر پر مشتمل ہے۔ یہ پوری تفسیر محمد بن ابراہیم نعمانی متوفی ۳۱۳ھ/ ۹۲۵ء نے اپنے مخصوص سلسلۂ سند کے ساتھ نقل کی ہے، لیکن اس تفسیر اور مبحوث عنہ تفسیر میں مندرجات کے لحاظ سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں۔ اس تفسیر میں جگہ جگہ ذوالنون مصری متوفی ۲۴۵/ ۸۰۹ کا ذکر ہے اور اس کے ورق ۷۸ پر ان کی حکایت بھی درج ہے۔ ورق ۱۳۱ الف پر ان کے اشعار بھی ملتے ہیں۔ ایک مقام پر یحییٰ بن معاذ الرازی متوفی ۲۰۸/ ۸۷۲ کے اشعار بھی نقل کیے گئے ہیں جب کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ۱۴۸ھ میں ہو چکی ہے۔ اس بنا پر یہ امر کسی طرح قرینِ قیاس نہیں کہ آپ کی کسی تصنیف میں آپ سے ایک صدی متاخر لوگوں کا ذکر ہو۔ اس کے علاوہ متعدد شواہد ایسے ہیں جن کے پیشِ نظر اس تفسیر کو کسی طرح امام جعفر صادق سے منسوب نہیں جاسکتا۔

۳- مرآۃ العارفین : ملتمس زین العابدین: یہ دس اوراق پر مشتمل ایک مختصر رسالہ ہے جو سورۂ فاتحہ کی تفسیر اور اس کے رموز و نکات پر مشتمل ہے۔ کاتب نے اس کا مصنف حضرت امام حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کو لکھا ہے۔ کاتب کے اس بیان پر اعتماد کرتے ہوئے تمام فہرست نگاروں نے اس کا مصنف آپ ہی کو قرار دیا ہے، جو بالکل بعید از قیاس ہے۔ اس لیے کہ حسین بن علی بن ابی طالب قرن اوّل کے اعلام میں تھے آپ نے کبھی کوئی رسالہ یا کتاب تصنیف نہیں کی۔ آپ کے صرف کچھ خطبے ہیں، جو تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ ''جمہرۃ خطب العرب'' کے مولف نے آپ کے یہ تمام خطبے نقل کیے ہیں۔ میں نے اس کے اصل مصنف کی تحقیق میں بہت سے کٹیلاگ دیکھے مگر ہر جگہ سے مایوسی ہوئی۔ صرف بروکلمان (Brocklemann) نے اس کے مؤلف کا نام تحقیق کر کے لکھا ہے۔ یعنی صدر الدین ابوالمعالی محمد بن اسحاق القونوی متوفی ۶۷۲/۱۲۶۳۔

۴- مسند الامام علی بن ابی طالب: اس مسند کی نسبت حضرت علی کی طرف بہت بڑی خوش فہمی ہے۔ حاجی خلیفہ (۲:۴۴۴) نے حضرت سے منسوب ایک مسند کا ذکر کیا ہے لیکن یہ وہ مسند نہیں ہے، بلکہ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا جامع کوئی متاخر شخص ہے جس نے مختلف کتبِ احادیث سے حضرت علی سے منسوب کچھ غیر مستند مرویات کو جمع کر دیا ہے، چناں چہ اس میں جگہ جگہ احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱/۸۰۰، حافظ ابن عساکر متوفی ۵۷۱/۱۱۷۰ وغیرہ کے حوالے ملتے ہیں۔ اس ذیل میں بکثرت وہ مرویات بھی آگئی ہیں جن کی کوئی اصل کتب صحاح یا مراجع اصلیہ میں نہیں ملتی، مثلاً حضرت علی کی زبان سے پہلے تین خلفا کے فضائل کا بیان، جگہ جگہ خلفائے راشدین اور کرم اللہ وجہہ کے الفاظ بھی ملتے ہیں جو بہت بعد کے ہیں۔

۵- مسند ابو ہریرہ: اس مسند کو بڑا نادر اور دنیا کا واحد مخطوطہ سمجھا جاتا ہے، چنانچہ الجامعۃ

السلفیہ بمبئی نے اس کا میکروفلم بھی منگوایا تھا اور غالباً اب تک شائع بھی کر دیا ہو، لیکن یہ بعینہ وہی مسند ہے جو مسند احمد حنبل میں مسند ابو ہریرہ کے عنوان سے موجود ہے۔ یہی اس کی ابتدا ہے اور یہی اس کا اختتام۔ مسند احمد بن حنبل کے اب تک متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

۶۔ زوائد المسند الامام الاعظم: مولفہ ابوالموید محمد بن محمود الخوار زمی متوفی ۶۶۵/۱۲۶۶ کاتبِ نسخہ نے اس کا عنوان ''مسند الامام الاعظم'' دیا ہے اور اسی عنوان سے وہ درجِ رجسٹر ہے۔

۷۔ مسند عمر بن عبدالعزیز الأموی: متوفی ۱۰۲/۷۲۰۔ اس مسند کی کوئی اصل مجھے کتبِ مراجع میں نہیں ملی۔

۸۔ عقلة المستوفز: مولفہ محی الدین ابن العربی متوفی ۶۲۸/۱۲۴۰۔ صاحبِ ذخیرہ مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی نے اس کا عنوان ''رسالہ درحقیقتِ علم'' تجویز کیا ہے نیز سابق اسسٹنٹ لائبریرین شعبۂ مخطوطات مولانا سید سبط الحسن ہنسوی نے اس کے سرورق پر رسالہ ''العقلیہ'' ثبت کیا ہے حالاں کہ ابن العربی کی تصانیف میں ان میں سے کسی عنوان کی کوئی کتاب نہیں ہے۔ میری تحقیق میں یہ ابن العربی مذکور کی مشہور تصنیف ''عقلة المستوفز'' ہے، جو شائع ہو چکی ہے اور مولانا آزاد لائبریری میں اس کا ایک قدیم مطبوعہ ایڈیشن موجود ہے جس سے مقابلہ کیا جا چکا ہے۔

۹۔ تفسیر سورۃ الفتح: مصنفہ صدر الدین محمد بن ابی الصفا الحسینی۔ یہ رسالہ ایک مجموعہ میں شامل ہے۔ مولانا عبدالحی مذکور نے اس کے سرورق پر رسالوں کے عنوانات کی جو فہرست دی ہے اس میں اس رسالہ کا عنوان انھوں نے ''حاشیہ صدر اشیرازی در تفسیر سورۃ الفتح از تفسیر بیضاوی'' دیا ہے۔ مولانا موصوف سے یہاں پر بہت بڑا تسامح ہوا ہے۔ ان کا ذہن اس طرف متوجہ نہیں ہو سکا کہ اس رسالہ کا سالِ کتابت ۹۹۱ھ ہے اور ملا صدرا شیرازی کی وفات ۱۰۵۰ھ

میں ہوئی ہے بلکہ بعض مراجع میں ۱۰۷۰ھ بھی ملتا ہے اس لحاظ سے ۹۹۱ھ کا مکتوبہ نسخہ کسی طرح بھی ملاصدرا کا نہیں ہوسکتا۔ دراصل یہ رسالہ صدرالدین محمد بن ابی الصفا الحسینی کا ہے، جیسا کہ آخر میں خود مولف کے ترقیمہ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

۱۰۔ الورقات: مصنفہ امام الحرمین عبدالملک بن ابی عبداللہ الجوینی الشافعی متوفی ۴۷۸/1085۔ مولانا عبدالحیٔ موصوف نے سرورق پر اس کا عنوان ''رسالہ اصولِ فقہ'' دیا ہے لیکن تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ جوینی کی مشہور کتاب ''الورقات'' ہے، جو شائع بھی ہو چکی ہے۔ دیکھیے معجم المطبوعات العربیہ والمعربہ: ۴۸۰

۱۱۔ تاویل المتشابہات فی الاخبار والآیات: یہ کتاب سبحان اللہ کلکشن کی مطبوعہ فہرست (طبع ۱۹۳۰ء) ورق ۹۵، سلسلہ نمبر ۱۴ پر اسی عنوان سے درج ہے۔ فاضل فہرست نگار محمد کامل حسین ایم۔اے۔ نے اس کتاب کا مولف عبدالقاہر بغدادی متوفی ۴۲۹ھ کو لکھا ہے اسی پر بنیاد کرتے ہوئے ''فہرست نمائش گاہ مخطوطات ونوادر کتب خانہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ'' میں صفحہ ۸ پر اس مخطوطہ کا ذکر اس طرح ہے: ''نسخہ چھٹی صدی ہجری کا معلوم ہوتا ہے دنیا میں اس کتاب کے سوا کسی دوسرے نسخہ کا علم نہیں۔'' اسی مطبوعہ فہرست پر اعتماد کرکے بروکلمان (Brocklemann) نے بضمن مصنفات عبدالقاہر بغدادی لکھ دیا کہ عبدالقاہر بغدادی کی ''تاویل المتشابہات'' کا قلمی نسخہ علی گڑھ میں موجود ہے۔ دیکھیے بروکلمان (ذیل ۱: ٦٦٦)۔
میں شک نہیں کہ عبدالقاہر بغدادی کی تالیفات میں ایک کتاب ''تاویل متشابہ الاخبار'' بھی ہے۔ دیکھیے کشف الظنون (۱:۳۴۳)، فوات الوفیات (۱:۳۸۰)، لیکن اس میں کلام ہے کہ سبحان اللہ کلکشن کے قلمی نسخہ کا یہی نام ہے اور عبدالقاہر بغدادی کی تالیف ہے، بلکہ متنِ کتاب اور اس کے مندرجات کو دیکھ کر یہ امر قطعی طور پر متعین ہو جاتا ہے کہ اس نسخہ کا نہ یہ نام ہے نہ عبدالقاہر بغدادی کی تالیف بلکہ اس کا مصنف کوئی اور ہے اس لیے کہ عبدالقاہر بغدادی کی

وفات ۴۲۹ ہجری میں ہوئی ہے اور زیرِ بحث نسخے میں ایسے مصنفین و مصنفات کے نام ملتے ہیں جو عبدالقاہر بغدادی سے بہت متاخر ہیں مثلاً امام ابوحامد الغزالی متوفی ۵۰۵/۱۱۱۱، فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶/۱۱۱۲، محی الدین ابن العربی متوفی ۶۳۸ھ۔ خصوصیت سے امام فخر الدین رازی کی تفسیر اور ابن العربی کی کتاب کے حوالے تو کثرت کے ساتھ ملتے ہیں۔ چوں کہ اس میں جگہ جگہ فخر الدین رازی کے اقوال کی رد ہے اس بنا پر یہ کتاب "بیان تلبیس الجهمیه فی تاسیس بدعهم الکلامیه" مولفہ ابن تیمیہ حرانی متوفی ۷۲۸/۱۳۲۷ ہوسکتی ہے جو فخر الدین رازی کی کتاب تاسیس التقدیس کی رد میں لکھی گئی ہے۔

۱۲- فخر الدین بن محمد بن احمد معروف بالشیخ الطّویجی متوفی ۱۰۸۵/۱۶۷۴ کی تالیف مجمع البحرین و مطلع النیرین کا اندراج اسی کیٹیلاگ میں "کتاب لغت" کے عنوان سے ہے۔

۱۳- میر تقی میرؔ کے فارسی دیوان کا اندراج بیاض اشعار کے عنوان سے ہے اس لیے کہ وہ بیاض کی شکل میں ہے۔

۱۴- ایک مخطوطہ کی اگر دو جلدیں ہیں تو دونوں الگ الگ فنون کے تحت درج ہیں۔ ان میں پہلی جلد کو ناقص الآخر اور دوسری جلد کو ناقص الاوّل قرار دیا ہے۔ حالاں کہ کتاب مکمل ہے۔

۱۵- عطار کی مشہور مثنوی بیسر نامہ کا مولف حبیب گنج کے رجسٹر میں شاہ وجیہ الدین گجراتی کو لکھا ہے۔ اس تسامح کی وجہ غالباً یہ ہے کہ کاتب نے "بیسر نامہ" اور "شرح جام جہاں نما" دونوں کو ایک ساتھ نقل کیا ہے۔ آخر میں اس نے یہ ترقیمہ دیا ہے:

"تمام شد بیسر نامہ و شرح جام جہاں نما از شاہ وجیہ الدین گجراتی"

اس ترقیمہ میں شاہ وجیہ الدین گجراتی کا تعلق آخر الذکر کتاب "شرح جام جہاں

نما'' سے ہے نہ کہ بیسر نامہ سے، یہ کیٹلاگر کے غور کرنے کی بات تھی۔

۱۶۔ ''کتاب من لایحضرہ الفقیہ'' کا شمار امامیہ حدیث کی ان چار کتابوں میں ہوتا ہے جن کا وہی درجہ ہے، جو اہلِ سنت میں صحاح ستہ کا۔ کامل صاحب نے اس کو فقہ کے فن میں جگہ دی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ عنوانِ کتاب میں ان کو لفظ ''الفقیہ'' سے دھوکا ہوا ہے اور اس کو وہ فقہ کی کوئی کتاب سمجھ بیٹھے۔

۱۷۔ دیوان عاشق کے سرورق پر کسی کے قلم کی یہ عبارت تحریر ہے ''دیوان عاشق دہلوی تلمیذ امیر خسرو دہلوی'' مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی نے اس پر پورا ایک مقالہ لکھ ڈالا اور اس نسخہ کو اپنے کتب خانہ کا ایک نایاب اور واحد نسخہ ثابت کیا۔ اس کے بہت سے اشعار بھی اپنے مقالے میں نقل کیے ہیں۔ اس کی تمہید میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہمیں اس کا حال تذکرہ کی کسی کتاب میں نہیں ملا۔ میرے سامنے جب یہ نسخہ آیا تو مجھے تردد ہوا اس لیے کہ عاشق دہلوی تلمیذ امیر خسرو دہلوی کا کبھی نام ہی نہ سنا تھا چناں چہ مختلف مقامات سے اس کو پڑھنا شروع کیا۔ ایک جگہ مجھ کو اس دیوان میں حسب ذیل شعر ملا:

این جواب آں غزل عاشق کہ صایب گفتہ است

اس سے یہ امر بالکل واضح ہوگیا کہ یہ عاشق جس کو تلمیذ امیر خسرو بتایا ہے صایب تبریزی سے بھی متاخر ہے۔

۱۸۔ ''نمائش گاہ مخطوطات ونوادر مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ'' کا جب غور سے میں نے مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ اس میں متعدد تسامحات ہوئے ہیں۔ مثلاً ''مولفین کے خود نوشت نسخے'' کے عنوان کے تحت ایک کتاب ''حاشیہ خطبۃ القواعد'' مصنفہ فخر الدین محمد بن الحسن بن یوسف بن المطہر الحلی کا ذکر کیا ہے اور اس کا سنہ کتابت ۹۰۰ھ بتایا ہے۔ اس کو دیکھ کر پہلی نظر

میں تو میں یہی نہ سمجھ سکا کہ خطبۂ القواعد کون سا خطبہ ہے اور کس کا ہے جس کی یہ شرح ہے پھر بھی میں نے اس کو سمجھنے کی کوشش کی، چناں چہ حسن بن یوسف بن المطہر الحلی متوفی ۷۲۶ھ کی تصانیف میں مجھے ایک کتاب ''قواعد الاحکام'' ملی جس کے بارے میں صاحب کشف الحجب والاستار لکھتے ہیں کہ مولف نے یہ کتاب اپنے فرزند فخر المحققین محمد بن الحسن کی استدعا پر تصنیف کی تھی اس سے اتنا تو ضرور معلوم ہوگیا کہ یہ شرح اسی خطبہ کی ہوسکتی ہے۔ اب جب ''الذریعہ الی تصانیف الشیعہ'' کی طرف میں نے رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ شرح مصنفِ کتاب (قواعد الاحکام) کے فرزند فخر المحققین کی ہے، لیکن ان کی تاریخِ وفات ۷۷۲ھ ہے، لہٰذا ۹۰۰ھ کا مکتوبہ نسخہ خود نوشت مصنف کیسے ہوسکتا ہے۔ فاضل موصوف سے یہ تسامح صرف اس بنا پر ہوا کہ انھوں نے محشّی کی تاریخ وفات پر مطلع ہونے کی کوشش نہیں فرمائی۔

۱۹- اسی طرح ''نفائس المآثر'' کے ذکر میں لکھا ہے: یہ نسخہ مولانا آزاد بلگرامی کے پاس رہ چکا ہے چناں چہ جابجا ان کی تصحیحات وحواشی اس میں درج ہیں اور سرورق پر ان کی تحریر، دستخط اور مہر بھی ہے، لیکن مثنوی سراپا معشوق مولفہ غلام علی آزاد بلگرامی کے ذکر میں وہ لکھتے ہیں ''قیاس غالب یہ ہے کہ یہ نسخہ خود آزاد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ تعجب ہے کہ ایک مقام پر وہ وثوق کے ساتھ لکھتے ہیں اور دوسری جگہ قیاس غالب کے ساتھ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آزاد کی تحریر نہ یہ ہے نہ وہ۔

۲۰- بہارستاں جامی کے ذکر میں لکھا ہے: اس نسخہ پر جامی کی تحریر موجود ہے لیکن اسی کے فوراً بعد نفحات الانس مکتوبہ ۸۸۳ کے بارے میں لکھتے ہیں ''اس پر بھی جامی کی تحریر معلوم ہوتی ہے'' پروفیسر سے اب یہ کون کہے کہ محلِ تحقیق میں معلوم ہونے سے کام نہیں چلتا۔

۲۱- ذخیرہ شیفتہ مولانا آزاد لائبریری کی ایک فہرست ۱۹۳۲ء میں چھپی تھی، جس کے مرتب اس وقت کے سنی ناظم دینیات تھے۔ وہ بھی اس فہرست میں جگہ جگہ تسامحات کا شکار

ہوئے ہیں۔ مثلاً القصیدۃ الفائیہ کو وہ مناجات شیخ عبداللہ الانصاری لکھتے ہیں، حالاں کہ القصیدۃ الفائیہ عربی میں ہے اور مناجات شیخ عبداللہ انصاری فارسی میں۔

۲۲- اتمام الدرایہ لقراء النقایہ کو وہ صرف درایہ للسیوطی لکھتے ہیں۔ ملا معین مسکین ہروی کے رسالہ نعت کا مولف وہ خواجہ معین الدین چشتی کو قرار دیتے ہیں۔

۲۳- المنہاج فی شرح الجامع الصحیح لمسلم بن الحجاج کو انھوں نے نووی شرح مسلم کے عنوان سے دیا ہے۔ حالاں کہ نووی شرح کا نام نہیں ہے بلکہ شارح کا نام ہے۔

۲۴- ایضاح حق صریح در ردبوبیت مسیح کو انھوں نے ردنصاری کے ایک عام عنوان سے دیا ہے۔

۲۵- صدر جہاں حسین الحسینی کے رسالہ صیدیہ کو وہ ''رسالہ حلت وحرمت'' کے عنوان سے دیتے ہیں۔

۲۶- اس کے علاوہ پچیس رسالے ایسے ہیں جن کو اس فہرست میں نظر انداز کردیا گیا ہے۔ اس لیے کہ وہ ایک دوسرے میں مجلّد تھے۔

اس تمہید سے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ کیٹیلاگ خواہ مطبوعات کا ہو یا مخطوطات کا یا کوئی بھی علمی و تحقیقی کام ہو، اس کے لیے سوجھ بوجھ کی ضرورت ہے، اس لیے کہ جب کوئی چیز چھپ جاتی ہے تو اس کو سند مانا جاتا ہے، اگر پہلی ہی مرتبہ غلطی ہوگئی تو اوپر تک غلطی چلتی رہتی ہے۔ اس تمہید کے بعد میں اب مولانا آزاد لائبریری مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے کچھ نادر مخطوطات کا مختصراً تعارف کرا رہا ہوں۔

عربی نوادر

جزو من القرآن المجید

۱- قرآن مجید کے ایک جزو کا یہ سب سے قدیم مخطوطہ ہے جو خطِ کوفی میں چرم پر لکھا ہوا ہے اور حضرت علی بن ابی طالب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اس کو محفوظ کرنے کی غرض سے کشمیری کاغذ کے حوضہ میں چسپاں کر دیا گیا ہے۔ اس کے اوراق کی کل تعداد ۳۴ ہے۔

میری نظر میں حضرت علی کی طرف اس کا انتساب محلِ تامل ہے اس لیے کہ کوئی داخلی یا خارجی شہادت ایسی نہیں ہے جس کی بنا پر وثوق کے ساتھ اس کو حضرت علی کا مکتوبہ کہا جا سکے خط کوفی میں ہونا اس کی دلیل نہیں ہے۔

۲- قرآن مجید کے چھ متفرق اوراق کا مجموعہ جو اوّل الذکر نسخہ کی طرح چرم پر لکھا ہوا ہے۔ کاتب نامعلوم ہے لیکن خط کوفی میں 'ہونا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ پہلی صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے ورق دوم وسوم پر حسب ذیل عبارت بھی بخط کوفی تحریر ہے۔

علی حبہ جنہ قسیم النار و الجنہ   وصی مصطفے حقا امام الانس و الجنہ

ناد علیاً مظہر العجایب   تجدہ عونا لک فی النوایب

کل ہم و غم سینجلی   بنبوتک یا محمد، بولایتک یا علی

اس کے بعد کی عبارت پڑھنے میں نہیں آسکی مگر عبارت اسی سلسلے کی ہے۔

۳- القمیص الجوشنی المصحفی: یہ ایک قمیص ہے، جس پر مکمل قرآن مجید لکھا ہوا ہے۔ اس کی سنہ کتابت معلوم نہیں ہوسکی مگر انداز خط سے قرونِ وسطی کی تحریر معلوم ہوتی ہے۔ یہ تحفہ

سرراس مسعود نبیرہ سرسید احمد خاں نے دورۂ یورپ کے موقع پر اپنے ایک دوست لارڈ لوتھین کے ذریعے ۱۹۳۳ء میں حاصل کیا تھا، چناں چہ اسی زمانہ میں ہفت روزہ ''ایمان سیرت کمیٹی لاہور مورخہ ۳۱ رمارچ ۱۹۳۳ء'' میں اس تحفہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''یوپی گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے کہ لارڈ لوتھین کے ایک دوست نے مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کو ایک قبانذر کی، جس پر تمام قرآن لکھا ہوا ہے۔ یہ غلاف ۱۸۵۷ء کے زمانہ میں کوئی افسر انگلستان لے گیا تھا۔ اب پھر مسلمانوں کو دے دیا گیا۔ بحوالہ ہفتہ وار ''المبر'' لایل پور پاکستان ج ۱۲، شمارہ ۴۰-۴۱ مورخہ ۳، ۱۰ جنوری ۱۹۶۹ء)

۴۔ قرآن مجید تعویذی: یہ نسخہ ہشت پہل اور مدور تعویذی سائز میں ہے۔ خط بہت خفی ہے، مگر قابلِ قرأت۔

۵۔ قرآن (طومار): قرآن مجید کا یہ ایک نادر مخطوطہ ہے۔ جو ۱۱ فٹ ۲۳ سینٹی میٹر لمبی اور ۸ سینٹی میٹر چوڑی پٹی پر جید نسخ میں لکھا ہوا ہے۔ کاتب نے پہلے اس پوری پٹی پر دوہرے قلم سے آیۃ الکرسی لکھی ہے۔ اس کے اندر خفی قلم سے آخر تک پورا قرآن مجید ہے۔ یہ نسخہ اصلاً بادشاہ اودھ غازی الدین حیدر کی ملکیت میں تھا۔ انھوں نے تحفہ کے طور پر اپنے پرائم منسٹر نواب آغا میر کو دیا۔ آغا میر سے ان کے داماد نواب دولہا آف کانپور کو وراثتاً پہنچا۔ ان کے بعد سے یہ وراثتاً منتقل ہوتا ہوا نواب انور حسین آف کانپور کو ملا۔ نواب انور حسین کے انتقال کے بعد ان کی بیوہ کشور جہاں بیگم نے اس کو عطیہ کے طور پر مولانا آزاد لائبریری کو دیا۔

سی ورقی نسخے

۶۔ قرآن مجید کا یہ مکمل نسخہ ہے جو تیس اوراق میں ہے۔ یہ نسخہ شہنشاہ عالمگیر اورنگ زیب کو ہدیہ کیا گیا تھا، جو اس وقت سے مسلسل سفر کرتا ہوا مولانا آزاد لائبریری کی زینت بنا۔

اس کا سنہ کتابت ۱۰۷۰ھ ہے۔ تمام نسخہ مطلا و مذہب ہے۔ اس کے آخری ورق کے بائیں کونے پر محمد ہادی قدوی عالمگیر بادشاہ غازی کی مہر ہے جو شاہی کتب خانہ کے ناظم تھے۔

مرتب فہرست محمد کامل حسین نے اس نسخہ کے بیان میں لکھا ہے کہ اس کے آخر میں عالمگیر کی مہر ثبت ہے۔ غالباً مہر کے اندر وہ محمد ہادی کے لفظ کو نہ پڑھ سکے۔

۷- ایضاً: اس نسخہ کا ہر صفحہ تین کالموں میں منقسم ہے، اور اوّل الذکر نسخہ کی طرح یہ بھی تیس اوراق میں ہے۔ قلم اگر چہ بہت خفی ہے مگر صاف اور قابلِ قرأت ہے۔ آخری صفحہ کے بالائی حصہ پر کاتب کی حسب ذیل تحریر ہے: ''کتبہ فی روضۃ المبارکۃ حضرت امام حسین صلوٰۃ اللہ علیہ''۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ ہذا کی کتابت حرم امام حسین کربلائے معلیٰ میں ہوئی۔ کاتب کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ عربی سے نابلد تھا۔ اس لیے اس عبارت کو نہ عربی کہا جاسکتا ہے نہ فارسی۔ اس جملہ کو عربی میں اس طرح ہونا چاہیے تھا۔ ''کتبہ فی الروضۃ المبارکۃ الحسینیہ۔''

تاریخی نسخے

۸- ایضاً: قرآن مجید حمائل سائز: یہ نسخہ ۷۴۸ھ/۱۳۴۷ء کا مکتوبہ ہے۔ خط نہایت عمدہ الواح اور پہلے دو ورق اور آخری ایک ورق مطلا و نگارین۔ دوائر آیات طلائی ولاجوردی۔

۹- ایضاً: یہ نسخہ دسویں صدی ہجری کے مشہور کاتب محمد باقر مشہدی ابن حاجی محمد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور سنہ کتابت ۱۰۲۴ھ/۱۶۱۵ء۔ ترقیمۂ کاتب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی کا فاضل تھا اور اس سے قبل وہ انیس نسخے قرآن کے لکھ چکا تھا۔ یہ بیسواں نسخہ ہے۔

۱۰- ایضاً: یہ نسخہ ۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء سے قبل کا مکتوبہ ہے۔ اس کے آخری ورق پر ''عبداللہ'' کی حسب ذیل تحریر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ۱۰۹۰ھ میں ہرات سے

اورنگ زیب عالمگیر کے لیے ہدیہ کے طور پر بھیجا گیا تھا:

''برائے ہدیہ سلطان ابن السلطان ابن السلطان عالمگیر غازی خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ از بلدہ ہرات صانہ اللہ تعالیٰ عن الشرور والآفات بتاریخ ۱۵ ر شہر شوال ۱۰۹۰ھ...... کتبہ عبداللہ عفی عنہ۔''

۱۱- ایضاً: یہ نسخہ عہد اورنگ زیب کے مشہور کاتب عبدالباقی حداد الہروی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، جو یاقوت مستعصمی کے طرز پر لکھنے میں کمال رکھتا تھا۔ اس کا سنہ کتابت ۱۱۳۰ھ/ ۱۷۱۷ء ہے۔ پورا نسخہ مطلا و مذہب ہے۔

۱۲- ایضاً: یہ نسخہ ایشیائے کوچک کے مشہور خطاط عبداللہ خجندی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ جس کا سنہ کتابت ۱۱۹۱ھ/ ۱۷۷۷ء ہے۔

۱۳- ایضاً: یہ نسخہ عہد شاہجہانی کے مشہور خطاط اور مہندس نور اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ سنہ کتابت درج نہیں۔ یہ نور اللہ احمد معمار لاہوری متوفی ۱۰۵۹ھ/ ۱۶۴۹ء کے چھوٹے بیٹے تھے۔ انجینئرنگ اور ریاضیات میں کامل دستگار رکھتے تھے۔ ان کے دو بڑے بھائی عطاء اللہ رشدی اور لطف اللہ مہندس تھے۔

۱۴- ایضاً: یہ نسخہ ان ہی نور اللہ کے شاگرد حافظ امام الدین ولد حافظ عبدالباقی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، جس کا سنہ کتابت ۱۲۶۳ھ ہے۔

۱۵- ایضاً: قرآن مجید کا یہ نسخہ ۳۹۲ اوراق پر مشتمل ہے۔ بین السطور فارسی ترجمہ ہے۔ اس نسخہ میں کتابت کی خاص صنعت یہ ہے کہ کاتب نے ہر صفحہ کی سطریں طاق عدد میں رکھی ہیں۔ ان میں درمیانی سطر کو حدِ فاصل قرار دیا ہے۔ اس طرح اس سے اوپر اور نیچے کی سطریں مل کر جفت عدد میں ہو جاتی ہیں۔ پھر ان تمام سطروں کے ابتدائی حروف میں اس طرح کی

یکسانیت رکھی ہے کہ جو حرف پہلی سطر کے شروع میں ہے، وہی حرف آخری سطر کے شروع میں، اور جو حرف دوسری سطر کے شروع میں ہے وہی آخر کی دوسری سطر میں۔ اس طرح اوپر اور نیچے کی تمام سطروں میں اسی صنعت کا التزام ہے۔ میرے خیال میں اگر خوش عقیدگی کو راہ نہ دی جائے تو یہ صنعتِ کتابت بھی قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی دلیل بن سکتی ہے۔

۱۶- ایضاً: یہ نسخہ مترجم اور محشی ہے، جس کی کتابت اکبر اعظم کے عہد میں ہوئی ہے۔ خط نہایت پاکیزہ، الواح و جداول طلائی لاجوردی و شنجرفی۔ اس کے پہلے دو صفحوں پر اتنا باریک طلائی کام ہے جس کو آرٹ کا بہترین نمونہ کہا جاسکتا ہے۔ محشی نے حاشیہ پر بضمن آیہ ان تُبدوا شیأ او تخفوہ (سورہ احزاب پارہ ۲۱) یہ عبارت لکھی ہے:

"ایں فقیر را از استاد خود مولانا عبدالرحمٰن احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سماع است۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محشی مولانا عبدالرحمٰن احمد آبادی کے شاگرد تھے اور خود مولانا شہنشاہ اکبر اعظم کے معاصر۔

۱۷- آیات بینات: یہ قرآن مجید کی مختلف آیات کا مجموعہ ہے، جو جہاں آرا بنت شاہجہاں بادشاہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ سنہ کتابت ۱۰۷۳ھ ہے۔ اس کے سرورق پر سید احمد غلام شاہ اورنگ زیب، امجد علی شاہ، سلیمان جاہ اور دیگر اُمرا کی مہریں ہیں۔

۱۸- رسالہ فی رسم خط المصحف العثمانی: مولفہ محب الدین الطبری متوفی ۶۶۴ھ۔ یہ رسالہ ۱۹ اوراق پر مشتمل ہے، اور میرے علم کی حد تک یہ ایک واحد نسخہ ہے۔

۱۹- کشف الاسرار فی مصاحف الامصار: مولفہ محمد بن محمود بن محمد الشیرازی الشافعی متوفی ۸۰۷ھ۔ رسم خط قرآن پر ایک نادر رسالہ جو مولف کی وفات سے آٹھ سال بعد کا

مکتوبہ ہے۔اس کا کاتب عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن ہے اور سنہ کتابت ۷۸۸ھ (ترقیمہ کاتب) حوالہ: الاعلام (۷:۸۷)

۲۰- الموجز من ذیل شفاء القراء: یہ ایک مختصر رسالہ ہے، جو یوسف بن محمد الخوازمی کی "شفاء القراء" کا اختصار ہے۔نسخہ پر اس کا عنوان "شفاء القرآن" دیا ہوا ہے۔جو معنی کے لحاظ سے غلط ہے۔حوالہ: بروکلمان (ذیل ۳:۸۹۳)۔

۲۱- اسئلۃ القرآن واجوبتہا: مولفہ محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی متوفی ۶۶۰ھ۔یہ ایک نہایت قدیم اور کمیاب نسخہ ہے جو ۱۸۵ اوراق پر مشتمل ہے۔سنہ کتابت مذکور نہیں۔حوالہ: کشف الظنون (۱:۹۰)۔

تفاسیر القرآن

۲۲- کشف الاسرار دھتک الاستار: مولفہ عفیف الدین سلیمان بن علی الصوفی التلمسانی متوفی ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء۔قرآن مجید کی یہ ایک ضخیم تفسیر ہے، جو دو مجلدات میں ہے۔اس کی دوسری جلد ورق ۳۴۷ پر ختم ہوجاتی ہے اور ورق ۳۴۸ سے مصنف نے اپنا ایک دوسرا رسالہ "عین سعادۃ العبد" شامل کردیا ہے۔

یہ اس تفسیر کا واحد مخطوطہ ہے۔میرے علم وتحقیق کی حد تک اس کا کوئی دوسرا نسخہ مشرق ومغرب کے کسی کتاب خانے میں نہیں ہے۔اگر ہے تو اب تک تحقیق نہیں ہوسکا۔صاحب فوات الوفیات اور نفحات نے مصنف مذکور اور اس کی تمام تفاسیر کا ذکر کیا ہے۔مگر اس تفسیر کے ذکر سے دونوں خاموش ہیں۔مشہور جرمن مستشرق بروکلمان بھی اس تفسیر کے کسی مخطوط کا ذکر نہیں کرتا۔"فوات الوفیات" کے مولف نے مفسر کے تذکرہ کے تحت صرف اس قدر لکھا ہے۔"ولہ فی کل علم تصنیف۔"

یہ تفسیر تصوف کے مذاق پر ہے۔ ابتدائے کتاب اور دیباچہ میں عام دستور کے مطابق مصنف نے کتاب کے عنوان کا کہیں ذکر نہیں کیا، بلکہ سورہ کہف کی تفسیر کے اختتام پر نام اس طرح ظاہر کیا ہے: ''تمت سورۃ الکہف و بتما مہا تم النصف الاول من کتاب کشف الاسرار وھتک الاستار۔'' لیکن مصنف کا نام پوری کتاب پڑھ جانے کے بعد بھی کہیں نہیں ملتا۔ نہ ابتدائے کتاب میں، نہ درمیان میں، نہ آخر میں۔ البتہ تفسیر سورۂ کہف کے بعد مصنف نے جو افادہ شامل کیا ہے، اس میں ورق ۲۴۲ رالف پر مصنف نے کہا ہے: ''وشرحناہ فی اول شرح النغزی رحمہ اللہ تعالیٰ'' (ہم نے اس کی شرح ''شرح نغزی'' کی ابتدا میں کی ہے) اس سے اتنا تو ضرور متعین ہوجاتا ہے کہ صاحب تفسیر کی ایک تالیف ''شرح مواقف النغزی'' بھی ہے۔ اب ''مواقف نغزی'' کے لیے جب ہم ''کشف الظنون'' کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اس میں اس کا یہ بیان ملتا ہے: ''مواقف فی التصوف للنغزی و ھو الشیخ محمد بن عبدالجبار بن الحسن النغزی و الصوفی المتوفی ۳۵۲ھ و علیہ شرح التلمسانی عفیف الدین سلیمان بن علی بن عبداللہ الادیب الصوفی المتوفی ۶۹۰ھ'' اس سے یہ امر بالکل متعین ہوجاتا ہے کہ شارحِ نغزی اور پیشِ نظر تفسیر کا مصنف ایک ہے اور وہ عفیف الدین تلمسانی ہے۔

۲۳۔ لباب التفاسیر: مولفہ برہان الدین تاج القراء محمد بن حمزہ بن نصر الکرمانی الشافعی متوفی ۵۰۰ھ، مکتوبہ ۱۷۷ھ۔ نسخہ پر مصنف کا نام کسی مقام پر مذکور نہیں لیکن صاحب کشف الظنون (۲: ۳۵۰) نے اسی عنوان کی ایک تفسیر کا مولف تاج القراء مذکور ہی کو لکھا ہے۔

۲۴۔ تفسیر الکشاف: مولفہ ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر بن محمد متوفی ۵۳۸ھ/۱۱۴۳ء۔ یہ تفسیر اگرچہ شائع ہوگئی ہے اور اس کے مخطوطات بھی جگہ جگہ ملتے ہیں۔ مگر یہ نسخہ اپنی قدامتِ خط کے لحاظ سے قابل ذکر ہے جو روشنائی شیر خرما سے لکھا ہوا ہے۔

یہ جلد سورہ انعام سے شروع ہو کر سورہ کہف پر ختم ہوتی ہے۔ اس کے سرورق پر کسی کی حسب ذیل تحریر ہے:

''تفسیر کشاف از سورہ انعام تا سورہ کہف من جار اللہ زمخشری در سنہ ۱۱۷۵ ہجری، روز جمعہ ۳ عالی گوہر شاہ عالم معرفت شاہ اہل اللہ مقصود خاں۔ باشندہ سہوان فرستاد۔ دوم ربیع الاول۔

۲۵۔ الحاشیہ علی البیضاوی: بیضاوی کی تفسیرِ قرآن پر ہندوستان کے مشہور عالم اور صوفی وجیہ الدین علوی گجراتی متوفی ۹۹۸ھ کا حاشیہ جو ۱۰۷۵ھ کا لکھا ہوا ہے اور ۱۸۷ اوراق پر مشتمل ہے۔ حوالہ: نزھۃ الخواطر (۳۸۶:۴)۔

۲۶۔ الحاشیہ علی البیضاوی: مولفہ عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ مکتوبہ محمد عارف اکبر آبادی بمقام گوالیار۔ یہ حاشیہ ۱۷۶ اوراق پر مشتمل ہے۔ سنہ کتابت اگرچہ مذکور نہیں، مگر اوّل الذکر حاشیہ کی طرح یہ بھی غیر مطبوعہ ہے اور ایک ہندی عالم کا ثقافتی ورثہ ہے۔
حوالہ: نزھۃ الخواطر (۲۱:۵)

۲۷۔ تفسیر القرآن: مولفہ شاہ اہل اللہ بن عبدالرحیم العمری الدہلوی متوفی ۱۱۸۷ھ/ ۱۷۷۳ء نستعلیق خفی میں ۸۰ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کے حاشیہ پر ایک نوٹ ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخہ کا مقابلہ اصل نسخۂ مولف سے کیا گیا ہے۔ اس تفسیر کا ایک مخطوطہ ٹونک میں ہے۔ تیسرے نسخے کا علم نہیں۔ یہ تفسیر ورق ۸۰ الف پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ورق ۱۱۳ تک ولی اللہی خاندان کے چشم و چراغ شاہ عبدالعزیز دہلوی اور شاہ رفیع الدین کے چھوٹے چھوٹے ۴۲ رسالے ہیں جو غالباً اب تک طبع نہیں ہو سکے۔

یہ نسخہ مولوی عبدالحئی مولف ''نزھۃ الخواطر'' کے مطالعہ سے گذرا ہے، چناں چہ شاہ اہل اللہ کے تذکرہ کے تحت انھوں نے اس تفسیر کا بھی ذکر کیا ہے اور کہا ہے۔ ''ورأیتہٗ فی مکتبۃ حبیب

الرحمٰن خاں الشروانی'' نیز اس کی ابتدا بھی دی ہے۔

رجسٹر پر اس کا اندراج ''رسائل شاہ اہل اللہ'' کے عنوان سے ہے۔ اس بنا پر یہ نادر مخطوطہ اب تک اہلِ تحقیق کی نظر سے اوجھل رہا۔

۲۸- التفسیر الصغیر: یہ تفسیر بارھویں صدی ہجری کے ایک ہندوستانی عالم رستم علی قنوجی متوفی ۱۱۷۸ھ/۱۷۶۴ء کی تصنیف ہے، جو اب تک مرہونِ طباعت نہ ہوسکی۔

۲۹- تیسیر البیان فی احکام القرآنِ: مولفہ ابن نور الدین (یا جمال الدین) ابوعبداللہ محمد بن علی بن عبداللہ بن ابراہیم الخطیب الشافعی متوفی حدود۔ ۸۲۰ھ ہے۔ اس کے سرورق پر ۱۱۳۴ھ کی ایک تحریر ہے۔

یہ جلد دو اجزا پر مشتمل ہے۔ پہلا جز آیۃ ''یُفتیکم الله فی الکلالہ'' پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد قاضی القضاہ ناصر الدین محمد بن عبدالدایم البرماوی متوفی ۸۳۱ھ کے رسالہ ''شرح الصدور'' کا خلاصہ شروع ہوجاتا ہے جو حسب ذیل عبارت پر ختم ہوتا ہے:

''قد اختصر مقاصد مطالبہ کلہا وھی فی آخر ھذا المجلد و باللہ توفیقی وھو حسبی ونعم الوکیل۔''

اسی صفحہ کے آخر میں ہندوستان کے مشہور عالم محمد بن احمد بن ابی سعید الحسینی الترمذی متوفی ۱۰۸۴ھ کی حسب ذیل تحریر ہے:

''وصلّی اللہ علی سید نا محمد والہ وسلم بعنایۃ سید نا مولانا و برکتنا القاضی العلامہ عز الاسلام و المسلمین رئیس الشیعۃ الاکرمین و محب اہل بیت المطہرین محمد بن علی بن محمد بن ابراہیم بن علی الحملول العامری التونی اَمد اللہ فی ایام عمرہ للمسلمین آمین۔ بخط الفقیر الی اللہ عز وجل الغنی عمن سورہ

محمد بن احمد بن ابی سعید بن احمد بن المعافی بن محمد بن علی بن عبداللہ الحملول عفی اللہ عنہما۔"

اس کا دوسرا حصہ ورق ۱۱۶ ب سے شروع ہوتا ہے اور ورق ۱۸۶ پر حسب ذیل ترقیمہ کے ساتھ ختم ہوجاتا ہے:

"قال مولفہ: وکان الفراغ من تعلیقہ صبیحۃ یوم الثلاثا لخمس بقین من شہر جمادی الاول من سنۃ ثمان وثمانمائۃ دار جومن فضل اللہ الکریم۔"

حوالہ: الاعلام (۶:۲۸۷)؛ نزہۃ الخواطر (۵:۶۱)۔

۳۰- صحیح بخاری: جز ۱۳، ۱۴، ۱۵۔ صحیح بخاری کے مخطوطات ہر کتاب خانہ میں بکثرت ملتے ہیں، لیکن یہ نسخہ اس اعتبار سے بالکل نادر ہے کہ اس کا کاتب اسلام کا ایک بڑا محدث اور شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ/ ۱۴۴۸ء ہے، جس کی سنہ کتابت ۸۴۳ھ/ ۱۴۳۹ء ہے۔ آخر میں کاتب نے جو ترقیمہ لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے:

"کمل الجزء والخامس عشر من صحیح الامام أبی عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم البخاری الحنفی الجعفی رحمہ اللہ تعالیٰ ...... ووافق االفراغ من کتابتہ العبد الفقیر المعترف بالتقصیر الراجی رحمۃ ربہ القدیر الی اللہ الحمید احمد بن علی بن سعید الشہیر بابن حجر العسقلانی۔"

۳۱- الجامع الصحیح: صحیح بخاری کا ایک قدیم اور مکمل نسخہ جو ۶۶۹ھ کا مکتوبہ ہے۔ یہ دو مجلدات میں ہے، اور ۷۲۸ اوراق پر مشتمل ہے۔

۳۲- غایۃ التوضیح للجامع الصحیح: صحیح بخاری کی شرح، جو ہندوستان کے ایک مشہور عالم عثمان بن عیسی بن ابراہیم الصدیقی متوفی ۱۰۰۸ھ/ ۱۶۰۰ء کی تالیف ہے۔ یہ مخطوطہ ۲۰۴ر اوراق پر مشتمل ہے۔ سرورق دارائے مہر شادی خاں مرید پادشاہ عالمگیر ۱۱۱۵ھ۔

نسخہ پر تاریخِ کتابت مذکور نہیں، لیکن مہر کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ مصنف سے قریب کا لکھا ہوا ہے۔حوالہ: نزھۃ الخواطر (۵:۲۷۰)

۳۳- صحیح مسلم: تالیف ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری النیشا پوری متوفی ۲۶۱ھ مکتوبہ روح الامین خاں بلگرامی، ۱۱۴۵ھ بمقام الٰہ آباد، یہ نسخہ ۴۶۵ اوراق پر مشتمل ہے۔نسخ خفی میں لکھا ہوا ہے۔مع حواشی کاتب۔

کاتب نسخہ روح الامین خاں بلگرامی اپنے دور کے ایک ممتاز عالم تھے۔صاحب مآثر الکرام نے ان کے تذکرہ میں لکھا ہے: ''علم حدیث میں ان کو گہری دلچسپی تھی۔انھوں نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اپنے حواشی کے ساتھ نقل کی ہیں۔''

۳۴- مختصر شرح الآبی علی صحیح المسلم: مولفہ ابوعبداللہ محمد بن خلیفہ الوشناتی الآبی المالکی متوفی ۸۲۷ھ؛ مکتوبہ قبل ۱۰۸۱ھ۔ اوراق ۱۳۳، قدرے ناقص الاول؛ سرورق دارائے تحریر مورخہ ۱۰۸۱ھ۔

حوالہ: کشف الظنون (۱:۵۵۵)؛ معجم المولفین (۹:۲۸۷)

۳۵- شرح الموطا: حدیث کی یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔جس کے مولف ابوعبداللہ مالک بن انس الاصبحی متوفی ۱۷۹/۷۹۵ ہیں۔متنِ کتاب میں اوّل و آخر کسی مقام پر شارح کا نام مذکور نہیں، لیکن مولوی سلام اللہ بن شیخ فخر الدین رامپوری (۱۲۲۹ھ/۱۸۱۴ء) (از اخلاف شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کی تصانیف میں ''شرح الموطأ'' کا نام بھی ملتا ہے، جس کا عنوان ہے ''المحلی شرح الموطا'' (دیکھیے تذکرہ علمائے ہندص ۲۱۸) ممکن ہے یہ وہی شرح ہو۔ یہ نسخہ ''کتاب وقوت الصلوۃ'' سے ختم کتاب تک ہے۔ اس کے حاشیہ پر متعدد مقامات پر کسی حبیب النبی نامی کے توضیحی حواشی بھی ہیں۔ چند مقامات پر انھوں نے شارح کے قلتِ تدبر کی

طرف بھی متوجہ کیا ہے۔ مثلاً کتاب الصیام کی ابتدا میں وہ لکھتے ہیں:

"ومنہ قولہ تعالیٰ حکایۃ امراۃ عمران "انی نذرت للرحمان صوماً الخ۔ ھٰذا من قلۃ تدبر الشارح لیس ھٰذا حکایۃ عن امراۃ عمران ولامن قول مریم، بل ھو حکایۃ عن قول الذی ناداہا تحتہا ای الذی نادی المریم تحتہا وکان ملکاً (دیکھیے ورق ۱۳۱/ب)

۳۶۔ صحیح ترمذی: حدیث کی ایک مشہور کتاب ہے، جس کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے۔ اس کے بکثرت نسخے ہر کتاب خانے میں ملتے ہیں اور شائع بھی ہو چکی ہے۔ لیکن یہ نسخہ اس لحاظ سے ندرت کا حامل ہے کہ یہ ہندوستان کے ایک مشہور عالم حافظ احمد علی سہارنپوری کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، جس کا سنہ کتابت ۱۲۶۱ھ/ ۱۸۴۵ء ہے۔ اس کے سرورق پر کاتب نسخہ کی مہر ہے "احمد گل" اس کے آخری صفحہ کی پشت پر مولوی محمد اسحاق دہلوی، متوفی ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء کا حسب ذیل نوٹ ہے:

"قد قرأ ھٰذہ النسخہ الشیخ الناسک الحافظ احمد علی السھارنفوری علّی وکان ختم الکتاب المذکور فی الثانی والعشرین من شہر ربیع الاول سنہ احدی وستین بعد الالف ومائتین۔ کاتب الحروف محمد اسحاق وکانت قرأۃ الکتاب المرقوم فی البلدالحرام یعنی المکۃ المعظمہ حرمھا اللہ عن الآفات۔"

۳۷۔ التقریب والتیسیر لمعرفۃ السنن البشیر: مولفہ محی الدین یحیٰ بن شرف النووی متوفی ۶۷۶ھ، حدیث پر ایک نادر رسالہ جو مولف کی وفات سے چھتیس سال بعد کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے سرورق پر حسب ذیل مہر ہے۔

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یا علی ۔ یا عظیم ۔ یا حلیم ۔ یا علیم ۔'' بحوالہ: الاعلام (۱۴۹:۸)

۳۸۔ شرح الاصول الکافی: شیعہ حدیث کی سب سے پہلی کتاب ''الاصول الکافی'' کی شرح، جس کا شارح حسام الدین محمد صالح بن احمد المازندرانی متوفی ۱۰۸۰ھ ہے۔

شرح اصولِ کافی کا یہ واحد نسخہ ہے جو اس کی حسب ذیل تین کتابوں پر مشتمل ہے:

۱۔ کتاب العقل و فضل العلم ۔ ۲۔ کتاب التوحید ۔ ۳۔ کتاب الحجتہ ۔

حوالہ: کشف الحجب (۱۹۳۶ء)

۳۹۔ شرح الاربعین: مولفہ ملا محمد باقر بن محمد تقی متوفی ۱۱۱۱ھ؛ مکتوبہ محمد حسین بن محمد تقی، ۱۱۳۷ھ۔ امامیہ حدیث کی مشہور کتاب ہے جو چالیس صحیح احادیث اور ان کی شرح پر مشتمل ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۱۹۴ ہے اوّل یا آخر مہر نوابانِ اودھ: سلیمان جاہ، امجد علی، واجد علی۔ حوالہ: کشف الحجب (۱۷۱۹)۔

اسماء الرجال

۴۰۔ المغنی فی اسماء الرجال: مولفہ محمد بن طاہر بن علی الہندی الفتنی متوفی ۹۸۶ھ۔ یہ نسخہ مصنف کے انتقال سے ۹۹ سال بعد کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ آخری صفحہ پر مہر: غضنفر خانہ زاد شاہ عالم بادشاہ غازی۔

۴۱۔ اسماء رجال البخاری: مولفہ عبدالرحمٰن بن ابی الخیر التتوی نصر پوری متوفی ۹۰۱ھ۔ صحیح بخاری کے راویوں کے بیان میں ایک وقیع اور ضخیم تالیف۔ تعدادِ اوراق ۲۰۳۔ مولف کے لیے دیکھیے نزہتہ الخواطر (۱۷۲:۴)۔

۴۲۔ الاکمال فی اسماء الرجال: عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ،

۲۰۳ اوراق پر مشتمل ایک نادر تالیف۔ اس کے سرورق پر حسب ذیل دو مہریں ہیں۔

۱۔ انوار اللہ خاں محمد اللہ قادری۔ ۲۔ برہان حق بدر یقین۔ سید معین الدین بود۔

۱۱۰۹ھ

آخر الذکر مہر کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ کی کتابت اس سے قبل کی ہے۔

۴۲۔ خلاصۃ الاقوال فی معرفتہ الرجال : مولفہ جمال الدین حسن بن یوسف بن المطہر الحلی مشہور بہ علامہ حلی متوفی ۷۲۶ھ۔ شیعہ علم رجال پر ایک اہم تالیف جس کا کاتب احمد بن حسن بن احمد المہنا الحسینی ہے۔ جس نے مصنف کے نسخہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ حوالہ: کشف الحجب (۱۰۶۰ھ)

۴۴۔ کتاب الرجال : امامیہ علم رجال پر ایک وقیع تالیف، جس کا مولف تیرہویں صدی ہجری کا بلند پایہ عالم محمد بن مرتضیٰ بن محمد مشہور بہ مہدی الحسنی الطباطبائی متوفی ۱۲۱۲ھ ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۱۶۷ ہے۔ تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ نسخے کے آخر میں حسب ذیل آٹھ اجازے ہیں جن میں پہلے سات اجازے وہ ہیں جو مختلف علماء نے مؤلف کے لیے لکھے ہیں۔ آٹھواں اجازہ خود مولف کا ہے جو اس نے اپنے شاگرد السید محمد بن السید جواد کے لیے لکھا ہے۔

۴۵۔ شرح البدایہ فی علم الدرایہ : مولفہ زین الدین علی بن احمد بن محمد معروف بہ شہید ثانی۔ متوفی ۹۶۶ھ۔ ۱۵۵ اوراق پر مشتمل ایک نادر تالیف یہ پہلی کتاب ہے جو علم الدرایہ پر تصنیف ہوئی۔ حوالہ: کشف الحجب نمبر ۱۰۷۸۔

۴۶- الجوہرۃ المنیفہ علی مذہب الامام الاعظم ابی حنیفہ: مولفہ ابوبکر بن محمد بن علی بن محمد الحدادی العبادی الیمنی متوفی حدود ۸۰۰ھ؛ مکتوبہ ابراہیم الزیاتی ۱۰۹۲ھ۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب مختصر القدوری مولفہ ابوالحسین احمد بن محمد القدوری البغدادی متوفی ۴۲۸ھ کی شرح، یہ پوری کتاب دو جلدوں میں ہے جو بالترتیب ۲۱۶، ۱۶۸ اوراق پر مشتمل ہے۔

آخری صفحہ پر حاشیہ کی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۹۸ھ میں اصل سے اس کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ پہلے صفحہ پر ۱۰۹۷ھ اور ۱۱۴۰ھ کی دو تحریریں ہیں اور چھ مٹی ہوئی مہریں۔

صاحب کشف الظنون (۱:۶۲۱) نے اس کتاب کا ذکر ''الجوہرۃ المنیرہ'' کے عنوان سے کیا ہے، مگر صحیح عنوان یہی ہے جو کاتب نسخہ نے دیا ہے۔

۴۷- رمز الحقایق فی شرح کنز الدقایق: اصل کتاب ''کنز الدقایق'' ابوالبرکات عبداللہ بن احمد المعروف بحافظ الدین النسفی متوفی ۷۱۰ھ کی تالیف ہے۔ اس کا شارح قاضی بدرالدین محمود بن احمد العینی متوفی ۸۵۵ھ ہے۔ یہ نسخہ ۱۰۷۸ھ کا مکتوبہ ہے، جس کا کاتب علی بن منصور الحنفی ہے۔ اس کے سرورق پر شاہی کتابداروں کے تین جائزے اور چار مہریں ہیں۔ اوراق: ۱۹۱۔ زرکلی الاعلام (۴:۶۷) نے مولف کی تصانیف میں اصل متن کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

۴۸- تنویر الابصار و جامع البحار: مولفہ جمال الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التمرتاشی، متوفی ۱۰۰۴ھ؛ مکتوبہ ابراہیم شعبان ۱۱۱۵ھ۔ اوراق: ۱۹۳۔

۴۹۔ منح الغفار شرح تنویر الابصار : از مولف مذکور، نسخ قدیم الخط۔ اوراق : ۲۷۹۔ ناقص الطرفین۔ حوالہ: الاعلام (۲۳۹:۶)

۵۰۔ دستور القضاۃ : مولفہ صدر بن رشید بن صدر التمریزی معروف بہ قاضی خواجہ۔ سنہ تصنیف ۷۷۲ھ مکتوبہ ۱۰۹۲ھ اوراق ۴۲۔

اصل کتاب، جیسا کہ خاتمہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے، احمد التمریزی کی تالیف ہے اور اس کا جامع قاضی خواجہ مذکور ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے معاصر تھے۔ اس کا دوسرا نسخہ خدا بخش لائبریری میں محفوظ ہے جو ۱۱۱۹ھ کا مکتوبہ ہے۔

۵۱۔ شرح مجمع البحرین و ملتقی النہرین : مولفہ عبداللطیف بن عبدالعزیز بن مالک متوفی ۸۰۱ھ؛ مکتوبہ عیسیٰ بن علی موسیٰ، ۸۸۸ھ۔ اوراق : ۴۰۶ خ۔

ابن الساعاتی بغدادی متوفی ۶۹۴ھ کی اہم تالیف ''مجمع البحرین'' کی شرح؛ جو شارح کی وفات سے ۸۷ سال بعد کا مکتوبہ ہے۔ حوالہ: الاعلام (۵۹:۴)

۵۲۔ غایۃ المرام من مسئلۃ ابن الھمام : مولفہ شیخ برہان الدین ابراہیم بن حسن الشہر زوری المدنی الکورانی متوفی ۱۱۰۱ھ۔ مکتوبہ مولف بمقام حرم نبوی۔ اوراق : ۴۔ حوالہ: معجم المولفین (۲۱:۱)

۵۳۔ فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور : نماز میں سینہ کے اوپر ہاتھ باندھنے کے بیان میں ایک مختصر رسالہ، مولفہ محمد حیات بن ابراہیم السندی متوفی ۱۱۶۳ھ۔ مکتوبہ ابوالحسنات مولوی عبدالحئی انصاری فرنگی محل۔

شامل جلد:

''۱۔ اخبار اہل الرسوخ بمقدار الحدیث المنسوخ : ابن الجوزی، ورق : ۳ الف۔ ۴ ب۔

۲۔ الایقاف علی سبب الاختلاف : محمد حیات مہدی مذکو۔ ورق : ۵ الف۔ ۷ الف''

صاحب نزھۃ الخواطر (۶:۳۰۱) نے مولف کی تصانیف میں صرف آخر الذکر رسالہ کی نشان دہی کی ہے۔

۵۴۔ فوز الکرام بماثبت فی وضع الیدین تحت السرہ اوفوقہا تحت الصدور : مولفہ محمد قایم السندی متوفی ۱۱۵۷ھ، مکتوبہ ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ فرنگی محل۔ اوراق : ۱۰۔ یہ رسالہ سابق الذکر رسالہ ''فتح الغفور'' کی رد میں ہے۔ حوالہ : نزھۃ الخواطر (۶:۳۶۳)۔

۵۵۔ کشف الرین عن مسئلۃ رفع الیدین : مولفہ محمد ہاشم بن عبدالغفور السندی متوفی ۱۱۷۴ھ۔ مکتوبہ عبدالحق سہارنپوری ۱۲۹۳ھ۔ اوراق : ۲۰۔ حوالہ : نزھۃ الخواطر (۶-۳۶۳)۔

۵۶۔ شرح الدراری المضیۂ بشرح الدرر البھیہ : مولفہ علی بن محمد بن علی متوفی ۱۲۵۵ھ۔ اوراق : ۲۰۵۔ قاضی شوکانی صاحب اتحاف الاکابر کی اہم تالیف، جس کا سنہ تکمیل ۱۲۴۰ھ ہے۔ یہ نسخہ مولف کے خودنوشت نسخہ کی نقل ہے اور مقابلہ کیا ہوا ہے۔

دیباچہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے پہلے ایک متن لکھا تھا، جس کا عنوان ''الدرر البھیہ'' فی المسایل الفقھیہ ہے۔ بعد میں اس کی شرح لکھی۔

فقہ حنبلی

۵۷۔ دلیل الطالب لنیل المطالب : مولفہ مرعی بن یوسف بن احمد المقدسی الحنبلی متوفی ۱۰۳۳ھ، مکتوبہ ۱۲۲۴ھ اوراق : ۱۸۱۔ آخری ۶ صفحات مشتمل بر اجازات شیخ یحیٰی بن الشیخ موسیٰ الحجاوی وابوالمواھب البکری وعبداللہ الدنوس۔ حوالہ : الاعلام (۷:۲۰۳)۔

۵۸- جامع الفوایدشرح خطبۃ القواعد: علامہ حلی (حسن بن یوسف بن علی بن المطہر متوفی ۷۲۶ھ) کی اہم تالیف ''قواعد الاحکام'' کے خطبہ کی شرح جوان کے فرزند فخر المحققین محمد بن الحسن بن یوسف متوفی ۷۷۱ھ نے لکھی ہے۔مکتوبہ ۹۰۰ھ اوراق ۶۵۹۔

ترقیمہ کاتب کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کاتب خود شارحِ مذکور ہے لیکن اس میں تاریخِ کتابت ۹۰۰ھ ہے۔اور شارح کا انتقال ۷۷۱ھ میں ہوا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ کی قیمت بڑھانے کی خاطر کاتب نے اپنے نام کی جگہ شارح کا نام لکھ دیا۔ترقیمہ کی عبارت یہ ہے:

''فرغت من تحریرہ مع تراکم صروف الدہر المکدرۃ للنفوس والا فکار فی
رابع ذوالحجہ (ذی الحجہ) تسع مائۃ الھلالیہ وکتب اضعف العباد مصنف ہذا
الکتاب محمد بن الحسن بن یوسف بن علی بن المطہر......''

''حوالہ: کشف الحجب والاستار (۱۸۲۵ء) تفصیل کے لیے دیکھیے الذریعہ''

۵۹- الالفیہ فی الصلوۃ الیومیہ: مولفہ ابو عبداللہ محمد بن مکی العاملی مشہور بہ الشہید الاول۔متوفی ۷۸۶ھ۔اوراق: ۱۱۔حوالہ: کشف الحجب والاستار (۲۷۷)۔

۶۰- المقاصد العلیہ فی شرح الالفیہ: سابق الذکر رسالہ ''الالفیہ'' کی شرح؛ جس کا شارح علی بن احمد بن صالح العاملی الشامی مشہور بہ الشہید الثانی متوفی ۹۶۶ھ ہے۔ یہ نسخہ ۱۲۷۱ھ کا لکھا ہوا ہے، جس کا کاتب سید عبداللہ بن سید فضل علی ہے۔اوراق: ۲۳۸۔

اس کا دوسرا نسخہ خدا بخش لائبریری میں ہے۔اس کے کیٹلاگر نے لکھا ہے کہ اس کے کسی دوسرے نسخے کا ہمیں علم نہیں (بانکی پور ۱۹: ۱۴۵)۔حوالہ: کشف الحجب والاستار۔(۳۰۴۳)۔

۶۱۔ شرح اللمعۃ الدمشقیہ : مولفہ شہید ثانی مذکور۔ اوراق : ۳۳۹۔ نسخہ پر سنہ کتابت اگرچہ مذکور نہیں، لیکن خط کے لحاظ سے بہت قدیم معلوم ہوتا ہے۔ حوالہ : کشف الحجب (۱۵۹۵ء)۔

۶۲۔ النفلیہ : مولفہ شہید ثانی مذکور۔ اوراق : ۵۴۔ اس کا متبادل عنوان ''التنبیہات العلیہ علی وظایف الصلوۃ القلبیہ'' ہے۔ حوالہ : کشف الحجب (۳۲۸۸)۔

۶۳۔ کاشف الحال عن احوال الاستدلال : مولفہ محمد بن علی بن ابی جمہور الاحسائی متوفی بعد ۸۸۸ھ۔ اوراق : ۴۴۔ حوالہ : کشف الحجب والاستار۔ (۲۳۰۰)۔

۶۴۔ الاثنی عشریہ : مولفہ بہاء الدین محمد بن الحسن بن عبدالصمد الحارثی العاملی، متوفی ۱۰۳۰ھ۔ اوراق : ۵۵۔ سرورق پر مہر : سید محمد صادق : ۱۲۲۴ھ۔ حوالہ : کشف الحجب (۱۴)۔

۶۵۔ مفاتیح الشرایع : مولفہ محمد بن مرتضی مشہور بہ ملا محسن الکاشی، متوفی ۱۱۰۶ھ، مکتوبہ : محمد علی کشمیری بخط نسخ جید۔ اوراق : ۳۲۹۔ اوّل و آخر مہر ''محمد باقر''۔ فقہ جعفری پر ایک اہم اور نادر تالیف۔ حوالہ : کشف الحجب (۳۰۲۴)۔

اختلاف الفقہاء

۶۶۔ الخلافیات فی المذاہب الثلاث : مولفہٗ ابو حفص نجم الدین عمر بن محمد النسفی متوی ۵۳۷ھ مکتوبہ عبدالوہاب بن شیخ احمد الخلوتی الشافعی الشاذلی ۱۲۹۱ھ بمقام مکہ۔ اوراق : ۱۰۳:

امام ابوحنفیہ، امام شافعی اور امام مالک کے درمیان فقہی اختلافات کے بیان میں ایک نادر تالیف۔ صاحب الاعلام (۶:۵) نے مصنف کا ذکر کیا ہے۔ اس کی تصانیف میں یہ

کتاب ''منظومۃ الخلافیات'' کے عنوان سے دی ہے۔ ''خ'' کی علامت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب شایع نہیں ہوئی۔

۶۷۔ منارالانوار : مصنفہ حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی متوفی ۷۱۰ھ/۱۳۱۰ء اصول فقہ کی مشہور کتاب ہے۔ اس نسخہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ملا احمد جیون امیٹھوی۔ شارح منارالانوار کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے تینوں طرف حاشیہ پر نورالانوار شرح منارالانوار ہے۔ یہ بھی ان ہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۱۰۹ ہے۔ کاتب نسخہ کا ترقیمہ:

''بقول العبد الفقیر الی اللہ تعالی، الشیخ احمد المدعو بشیخ جیون بن ابی سعید بن عبداللہ بن عبدالرزاق بن خاصہ الحنفی المکی الصالحی ثم الہندی اللکھنوی۔ قد فرغت من تسوید نورالانوار فی شرح المنار فی التاریخ السابع من شہر جمادی الاول فی سنۃ الف ومائۃ وخمس من الھجرۃ۔''

اس سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ مصنف نے یہ شرح ۱۱۰۵ھ میں یعنی اپنی وفات سے ۲۵ سال قبل لکھی تھی۔ حوالہ: نزھۃ الخواطر (۱۹:۶)۔

تصوف

۶۸۔ عیون الاجوبہ فی فنون الأسولہ: تالیف ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری، متوی ۴۶۵ھ خودنوشت مولف۔ ابتدا:

''قال الشیخ الامام زین الدین زین الاسلام ابوالقاسم ابن ہوازن عبدالکریم القشیری قدس اللہ روحہ ونور ضریحہ: الحمدللہ الذی ہدانا لدینہ

ونستوقفہ لایضاح الحق و تبیینیـــہ ......امابعد فھذہ فصول سمیناھا عیون الاجوبہ فی فنون الاسولہ......"

اس نسخہ کے بارے میں بعض افاضل کا کہنا ہے کہ یہ مولف کا خودنوشت نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ اس کی ابتدا میں مصنف کے لیے قدس اللہ روحہ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، لیکن اگر غور سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مصنف کا یہ خودنوشت نسخہ ناقص الطرین شکل میں کاتب کو ملاتھا۔ کاتب نے اس کو مکمل کرنے کی غرض سے ابتدائی چار اوراق اور آخری دو اوراق اس میں شامل کر کے نسخہ کو مکمل کیا۔ اس طرح ورق ۵ سے ورق ۲۵ تک مصنف کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ اس کے سرورق پر عنوان اس طرح دیا ہوا ہے:

"عُیون الاجوبة و فنون الاسوله.

الاستاد العلامه العارف بالله تعالیٰ زین الاسلام ولی الله

ابو القاسم عبدالکریم بن هوازن القشیری قدس الله روحه

ونور ضریحه وهذه نسخة المصنف و بخطه."

زرکلی: الاعلام (۴:۵۷) اور کحالہ معجم المویقین ۶:۶ نے مصنف کا ذکر کیا ہے، لیکن اس کی تصانیف میں اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں ملتا ہے۔ صرف حاجی خلیفہ (کشف الظنون ۲: ۱۸۸۲ء) نے اس کا ذکر کیا ہے۔ مگر کوئی تفصیل اس نے بھی نہیں دی۔

۶۹۔ شرح فصوص الحکم: محی الدین ابن العربی متوفی ۶۳۸ھ کی مشہور تالیف "فصوص الحکم" کی شرح جس کا شارح عفیف الدین سلیمان بن علی التلمسانی متوفی ۶۹۰ھ ہے۔ اوراق ۱۳۵۔

... فصوص الحکم کی یہ پہلی شرح ہے۔ سنہ کتابت اگرچہ مذکور نہیں مگر نسخہ قدیم ہے۔ زرکلی

(۳۰:۳) کے بیان کے مطابق یہ کتاب شائع نہیں ہوئی۔

۷۰۔ تجلیۃ الفصوص: سابق الذکر کتاب فصوص الحکم کی شرح جس کا شارح ہندوستان کا مشہور فاضل محب اللہ بن مبارز الہ آبادی متوفی ۱۰۵۸ھ ہے۔ تعداد اوراق: ۲۲۷۔

یہ کتاب جیسا کہ اس کے سرورق پر مختلف تحریروں سے معلوم ہوتا ہے، اولاد شاہ محمد اجمل الہٰ آبادی نے ۱۱۰۲ھ میں احمد عبدالحق کو عطیہ کے طور پر دی تھی۔ اس کے بعد یہ نسخہ ۱۲۷۳ھ میں مولوی ظہورالحق کے ورثہ سے مولانا عبدالحلیم انصاری فرنگی محلی نے خریدا۔ ان سے وراثۃً ابوالحسنات محمد عبدالحئ فرنگی محلی کو ملا۔ چنانچہ اس کے سرورق پر ان کی مہر اور عبارت ملکیت موجودہ ہے۔ حوالہ: نزہۃ الخواطر (۵:۳۲۲)۔

۷۱۔ رسالہ التسویہ: تالیف محب اللہ بن مبارز الہٰ آبادی دیکھیے شمارہ سابق) مکتوبہ محمد اصغر ۱۲۵۱ھ اوراق: ۶۔ حوالہ: نزہۃ الخواطر (۵:۳۲۲)

۷۲۔ تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف: تالیف عبدالحق بن سیف الدین دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ۔ مکتوبہ ۱۰۶۶ھ اوراق: ۱۳۳۔ ناقص الاول بقدر ۱۳/اوراق۔

اس کے سرورق پر مولوی عبدالحئ فرنگی محلی کی حسب ذیل تحریر ہے:

"بماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۵۸ھ محمد عبدالحئ لکھنوی ابن مولانا محمد عبدالحلیم المرحوم از زوجہ مولوی خادم احمد خرید ساختہ۔" حوالہ نزہۃ الخواطر (۵: ۲:۶)

۷۳۔ وجودالحق الظاہر بجمیع الاشیاء: تالیف عبدالغنی بن اسماعیل النابلسی متوفی ۱۱۴۳ھ مولف کے بیان کے مطابق اس کا سنہ تالیف ۱۱۰۴ھ ہے اوراق: ۸۱۔

زرکلی (الاعلام ۴:۳۲) نے مولف کے تذکرہ کے تحت اس کی تمام تصانیف کے نام دیے ہیں۔

مگر اس کتاب کے ذکر سے وہ خاموش ہے۔

۷۴۔ الامتاع باحکام السماع: تالیف کمال الدین ابوالفضل جعفر بن علی الشافعی الادفوی۔ متوفی ۷۴۸ھ مکتوبہ ۱۰۴۷ھ اوراق: ۱۴۷۔

سماع کے جواز وعدم جواز پر ایک نادر رسالہ زرکلی (الاعلام۲: ۱۲۲) نے اس کتاب کو غیر مطبوعہ لکھا ہے۔

۷۵۔ المجموعہ: یہ ایک نہایت قدیم اور نادر مجموعہ ہے۔ جو مختلف مصنفین کے مختلف رسائل پر مشتمل ہے جس کا کاتب بدرالدین قاسم بن محمد الذہبی الشافعی مشہور بابن الکیال ہے۔ جو ابو عبداللہ محمد بن محمد بن عبداللہ الخیصری الشافعی متوفی ۸۹۴ھ/ ۱۴۸۸ء کا شاگرد ہے۔ اس کا پہلا رسالہ مشہور بجامع حدیث ابوالحسین مسلم بن الحجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ/ ۸۷۵ء کی تالیف الطبقات ہے۔ یہ رسالہ ورق نمبر ۳۵ ب پر ختم ہوجاتا ہے۔ ورق ۳۶۔ الف پر کسی دوسرے فاضل کا حسب ذیل نوٹ ہے:

''ثمّ وجدتُ فی النسخة التی نقلت منها وھی مضبوطة جذاً صورته:

''فرغ من نسخه عشیة الاربعاء خامس عشرین شھر ربیع الآخر من سنة سبع واربعین وخمسمأته بمدینة السلام وتحیتة عارضت ھذا الکتاب باصل شیخنا الشیخ الامام الحافظ ابی الفضل ابن ناصر اطال اللہ بقاء وکان قد عارضه بلسخه فیھا سماعه من عبدالمحسن وعلامه ''ع'' کتبه عبدالرحیم النھاوندی۔''

اس عبارت سے یہ امر بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ یہ پیش نظر نسخہ کی نقل ہے جو ۵۴۷ھ/۱۱۵۲ء کا مکتوبہ تھا جس کی کتابت مدینة السلام میں ہوئی تھی اور اس کا مقابلہ حافظ ابوالفضل بن ناصر

کے اصل نسخہ سے ہوا تھا جو مصنف کے خود نوشت نسخہ سے نقل کیا گیا اور پھر اسی سے مقابلہ کیا گیا تھا۔

۲۔ اللواء المعلم بمواطن الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورق ۴۱-۸۶ب

یہ رسالہ ابو عبداللہ محمد بن محمد الخیصر ی الشافعی متوفی ۸۹۴ھ/ ۱۴۸۸ء کی تالیف ہے۔ اس کا کاتب بھی ابن الکیال مذکور ہے۔ جس نے مصنف کے خود نوشت نسخہ سے اس کو نقل کیا۔ اس کے آخری صفحہ پر حسب ذیل اجازہ ہے۔ جو مصنف اللواء المعلم نے اپنے شاگرد ابن لکیال کو دیا ہے:

''قرأ علی جمیع ھذا المصنف المسمی باللواء رالمعلم فی مواطن الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من تالیفی صاحبہ وکاتبہ الشیخ العالم الفاضل المشتغل المحصل المحدث بدرالدین قاسم بن شمس الدین محمد الذہبی المعروف بابن الکیال اعزہ اللہ تعالی وسمع ذلک ولدہ المشتغل المحصل برہان الدین ابراہیم خلا المجلس الاول نسمعہ بقرآۃ غیرہ فکمل لہ سماعہ واذنت لہما۔ ان یرویا عنی ذلک وجمیع ما یجوزلی دعنی روایتہ ...... واتفق ذلک لی من لیل آخرہا یوم الاربعاء حادی عشر شہر شوال المبارک سنہ ستین فثمانمائۃ قال ذلک راقم محمد بن محمد ابن عبداللہ بن خیصر الخیصر ی الشافعی الدمشقی غفر اللہ لہ ذنوبہ والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔''

۳۔ الروض النضر فی حال الخضر از مولف مذکور۔ ورق ۹۱/الف۔۱۲۱۔ب

۴۔ اختراض دفع الاعتراض عن الروض النضر۔ ورق ۱۲۲/الف، ۱۴۵/ب

آخرالذکر رسالہ مصنف کے رسالہ الروض النضر پر اعتراضات کے جواب میں ہے۔

۵۔ واقعۃ فی استشکال نفطۃ من کلم الامام ابی عبداللہ الشافعی از مولف مذکورہ۔

ورق ۱۴۷۔ب، ۱۵۴/الف

۶۔ مجلس فی وفاۃ رسول اللہ از مولف مذکور ورق ۱۵۷/ب۔۱۶۴/الف

۷۔ مجالس فی ختم کتاب البخاری // ورق ۱۶۵ الف، ۱۷۲ الف

۸۔ رسالہ فی المیز ان // ورق ۱۷۲ ب۔۱۷۳ ب

۹۔ فصل فی القول فی تعداد شفاعاتہ ۱۴۷ الف۔ ۱۷۵ الف

۱۰۔ رسالہ فی السیر ۃ ورق ۱۷۵/ب ۱۸۱/ب

زرکلی (الاعلام ۷: ۵۱) نے اس کی مولفات میں ان کتابوں میں سے صرف ''الروض النضر'' کا ذکر کیا ہے اور اس کو بھی مخطوطہ لکھا ہے۔ یہ رسالہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر الاندلسی المالکی کی تالیف ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی سیرت کے بیان میں ہے۔

۱۱۔ رسالہ فی معرفۃ اللہ ورق ۱۸۲/ب، ۱۹۴/الف

۱۲۔ رسالہ فی معرفۃ علم التواریخ والحساب مجهول المصنف ورق ۱۹۰/ب، ۲۰۱ ب

۱۳۔ رسالہ فی فضل الربوہ ورق ۲۰۲ب، ۲۰۳ ب

یہ رسالہ شمس الدین محمد بن ابی بکر عبداللہ القیسی الدمشقی معروف بہ ابن ناصرالدین، متوفی ......کی تالیف ہے جو دمشق کے فضایل کے بیان پر مشتمل ہے۔

۱۴۔ رسالہ فی حج المرأۃ (یونی ورسٹی اخبار، نمبر ۲۸) ورق ۲۰۴/ب، ۲۰۶/ب

۷۶۔ مجموعہ رسایل: محی الدین ابن العربی، متوفی ۶۳۸ھ/ ۱۲۴۰ء۔ یہ مجموعہ ابن العربی کے حسب ذیل دس رسالوں پر مشتمل ہے، جو میرے علم و مطالعہ کی حد تک بالکل نادر ہیں:

۱۔ رسالہ فی الرد علی من زعم اُن معرفتہ اللہ مضافتہ الی فناء الوجود وفناء الفناء

ورق ۱-۲۹/الف

۲۔ الاعلام باشارات اہل الالہام ورق ۶ الف۔۱۱ الف

۳۔ الجلالہ من الاسرار والاشارات ورق ۱۱ الف۔۱۷ الف

۴۔ کتاب الالف ورق ۱۷ الف۔۲۱ ب

۵۔ الاتحاد الکونی فی حضرۃ الاشہاد العینی ورق ۲۱ ب۔۲۸ ب

۶۔ کتاب التخلیص والترتیب ورق ۲۹ الف۔ ۳۱ ب

۷۔ کتاب التوجہ الی اللہ ورق ۳۱ ب۔۳۸ الف

۸۔ کتاب الخلوۃ ورق ۳۸ الف۔۴۴ ب

۹۔ نبذۃ من کتاب تاج التراجم

۱۰۔ کتاب التجلیات ورق ۴۵ الف۔ ۶۵ ب

ان میں صرف رسالہ نمبر۴، ۵ اور ۸ کا ذکر کشف الظنون (۲: ۲۶۵، ۲۵۸، ۲۷۵) میں ملتا ہے۔ باقی سات رسائل کا اس میں کہیں ذکر نہیں۔ نمبر۴ کے بارے میں اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اس رسالہ کا دوسرا نام "الرسالۃ الاحدیہ" بھی ہے۔

۷۷۔ حلیۃ الابدال ومایظہر منہا من المعارف والاحوال: مولفہ ابن العربی مذکور۔ تصوف پر ایک

نادر مخطوطہ ہے۔ جس کا کاتب ابوبکر بن اسحاق بن ابراہیم الزاہدی الشافعی ہے اور سنہ کتابت ۶۷۷ھ/ ۱۳۷۸ء ہے جو مصنف کے خودنوشت نسخہ مورخہ ۶۰۲ھ کی نقل ہے، جیسا کہ اس کے ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے:

''تممت الکراسہ بحر وسہ۔ من بلاد الروم فی التاسع من شہر ربیع الاول سنۃ اثنین وستمانۃ (۶۰۲) والحمدللہ حق حمدہ والصلوۃ علی سیدنا محمد نبیہ وعبدہ والاعلون من بعدہ۔''

اس کی تائید خود کاتب نسخہ ھذا کے ترقیمہ سے بھی ہوتی ہے:

''قال کاتبہا الفقیر ......ابوبکر بن اسحاق بن ابراھیم الزاہدی نسباً الشافعی مذھباً القادری عہداً وخرقۃ ...... نقلت ھذہ النسخۃ من خط الشیخ الامام المحقق محی الدین محمد بن علی بن محمد بن العربی الحاتمی الطائی الاندلسی والتاریخ المتقدم تاریخ النسخۃ بخط المصنف المذکور رحمہ اللہ تعالی وعفی نہ ولنا...... کتب فی شہر جمادی الاول سنۃ ثمان وسبعین وسبعماۃ۔''

۷۸۔ الرسالۃ المکیہ: مصنفہ عبداللہ بن محمد بن انیس الاصفہیدی، مکتوبہ شیخ محمد قادری ۱۱۷۲ھ/ ۱۷۵۸ء تصوف پر یہ ایک نادر رسالہ ہے۔ حاجی خلیفہ (۵۶۶:۱) نے اس کا ذکر کیا ہے، مگر اس کے متعلق کوئی توضیحی بیان اس میں نہیں ہے۔ خلاف عادت اس نے اس کی ابتدا بھی نہیں دی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سامنے بھی اس کا کوئی نسخہ نہیں تھا۔ سنہ وفات بھی اس میں نہیں ہے لیکن نسخہ میں ایک مقام پر اس نے نووی متوفی ۶۷۶ھ/ ۱۲۷۸ء کا حوالہ دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا زمانہ ساتویں صدی ہجری کے اواخر یا آٹھویں صدی ہجری کے اوائل کا ہوسکتا ہے۔ اس کے اوراق کی کل تعداد ۹۵ ہے۔ اس کا ایک نسخہ خدا بخش لائبریری میں بھی محفوظ ہے۔

۷۹۔ عین العلم وزین الحلم: تصوف پر ایک مشہور تالیف ہے جو شائع بھی ہو چکی ہے، مگر یہ نسخہ اس حیثیت سے نادر ہے کہ ۹۱۶ھ کا لکھا ہوا ہے۔ نیز اس کے سرورق کی حسب ذیل عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مولف کے مطالعہ سے گذرا ہے اور شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے کتب خانہ کے لیے خریدا گیا تھا:

''ایں کتاب از مطالعہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ گزشتہ است نسخہ اصح است۔ خرید شد برائے کتبخانہ اورنگ زیب دام اقبالہ وخلد اللہ ملکہ در بلخ بہ حیز تحریر در آمد، در کتب خانہ شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ بود۔''

اس کے آخری ورق پر حسب ذیل عبارت ملتی ہے:

''بشہر بلخ ماہ ذی قعدہ ۹۱۶ھ تحریر گردید۔''

اس سے چند امور پر روشنی پڑتی ہے کہ اس کتاب کے مصنف کا زمانہ ۹۱۶ھ کے بعد کا ہے، لیکن ابن حجر عسقلانی، متوفی ۸۵۲ھ/ ۱۴۴۹ء نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور اس کا مصنف ایک ہندی فاضل کو بتایا ہے تو اس صورت میں اس کا زمانہ ۸۵۲ھ سے قبل کا قرار پاتا ہے۔ سرورق کی مذکورہ بالا عبارت کا تحریر کرنے والا شاہ عبدالعزیز سے متاخر ہے، جن کا انتقال ۱۲۳۵ھ میں ہوا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا یہ لکھنا کہ یہ کتاب مصنف کے مطالعہ سے گزری ہے، صحیح نہیں ہوسکتا۔

۸۰۔ مجموعہ فی علم الحروف والاسما: یہ حسب ذیل چودہ رسائل کا ایک بڑا نادر مجموعہ ہے۔ اس کا کاتب ابن النظام الاندلسی ہے اور سنہ کتابت ۸۵۱ھ- ۸۶۱ھ/ ۱۴۴۷ء- ۱۴۵۷ء ہے اس کے اوراق کی کل تعداد ۹۰ ہے۔

نسخہ کے متن میں اول سے آخر تک کسی مقام پر اس کے مصنف کا نام مذکور نہیں، البتہ انڈیا

آفس (۱۳۱۹:۲) میں ایک عنوان ''الیاء و ہو کتاب الھو'' ملتا ہے۔ جس کا مصنف فہرست نگار نے محی الدین ابن العربی کو قرار دیا ہے۔ اس میں حرف ''یاء'' اور دیگر حروف ہجا کے معنوی خواص بیان کیے گئے ہیں۔

۲۔ شرح الانماط العشرہ فی اسماء اللہ الحسنی۔ مصنفہ محمد بن یعقوب الکومی التونسی، متوفی بعد ۸۸۰ھ/ ۱۴۷۵ء اس کا متن ''الانماط العشرہ'' ابوالعباس احمد بن علی بن یوسف البونی متوفی ۶۲۲ھ/ ۱۲۲۵ء کی تالیف ہے۔ ورق ۱۴/الف، ۲۶/ب۔

۳۔ سرالجمال ولطایف الکمال، مصنفہ محمد بن یعقوب الکومی المذکور۔

یہ کتاب طلسمات کے موضوع پر ہے۔ دیکھیے کشف الظنون (۲:۲۴) ورق ۲۷ الف، ۳۵ ب

۴۔ الدعاء والابتہال باسماء ذی العظمۃ والجلال ورق ۳۶ الف۔ ۴۲ ب

۵۔ خواص اسماء اللہ الحسنی ورق ۴۳ الف۔ ۴۴ ب

۶۔ الرفایع السبعہ (ناقص الاول) ورق ۴۵ الف، ۴۶ ب

۷۔ الاربعون اسما المعروفۃ بالشخیات وتفسیر ہابالعربیہ المعروفۃ بالسھر وردیات ورق ۴۶ ب، ۴۸ ب

۸۔ جملۃ میں منافع خاتم آدم علیہ السلام ورق ۴۹ الف، ۵۶ ب

اس کی ابتدا میں مصنف کا بیان ہے:

''الفتھامن جملۃ کتب وردت فیھا نکتاً کثیرۃ من محفوظاتی مماتلقیتہ من الشیوخ فمن کلام شرف الدین محمد بن عثمان بن علی الانصاری ''

۹۔ خواص و منافع و اسرار من الخطوط المکتوبۃ بالحروف الھند
مولفہ ابوالحسن علی بن احمد التجیبی المغربی، المتوفی
۶۳۷ھ/۱۲۳۹ء ورق ۵۷ الفست، ۶۲ ب

۱۰۔ اسماء الارعاد و تحریک الجماد ورق ۶۴ الف

۱۱۔ تحریر مورخہ ۱۰۷۰ھ/۱۶۶۰ء ورق ۶۴ ب

یہ تحریر اصل کاتب کے علاوہ کسی دوسرے کی ہے

۱۲۔ اللمعۃ النورانیہ فی الاوراد الربانیہ ورق ۶۸ الف۔ ۷۲ الف

یہ رسالہ ابوالعباس احمد بن علی بن یوسف البونی متوفی ۶۲۲ھ/۱۲۲۵ء کی تصنیف ہے۔ مصنف نے اس میں ایام وساعات کی دعاؤں کا ذکر کیا ہے۔

۱۳۔ الانماط العشرہ وشرحہا، مصنفہ بونی مذکور۔ ورق ۷۲ الف۔ ۹۶ الف

۱۴۔ کتاب الکشف والبیان فی معرفۃ حوادث الزمان ورق ۹۷ الف۔ ۱۰۴ الف

صاحب کشف الظنون (۲:۳۲۲) نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے، لیکن مصنف کا نام اس نے بھی نہیں دیا۔ نہ مخطوطہ میں کسی مقام پر مصنف کا نام ملتا ہے۔ اس نے صرف اس قدر لکھا ہے کہ بونی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مولف بونی سے متقدم ہے۔

اخلاقیات

۸۱۔ الجلیس الصالح الکافی والانیس الناصح الشافی: تالیف ابوالفرج معافی بن زکریا بن یحییٰ النہروانی، متوفی ۳۹۰ھ یہ پوری کتاب تین مجالس میں ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۹۶۲ھ ہے۔

میرے علم و تحقیق میں یہ اس کتاب کا واحد مخطوطہ ہے۔ ڈاکٹر ریاض الرحمٰن شروانی نے اسی کی تحقیق (Editing) پر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

حوالہ: الاعلام (۷: ۲۶۰)

۸۲۔ ارتیاح الاکباد بار باح فقد الاولاد: تالیف شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی۔ متوفی ۹۰۲ھ۔ اس کتاب کا یہ ایک قدیم ترین نسخہ ہے۔ اس کے ابتدائی چار اوراق اور حواشی خود مولف کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔

حوالہ: الاعلام (۶: ۱۹۴)

۸۳۔ الکشکول: بہاء الدین محمد بن حسین بن عبدالصمد الحارثی العاملی متوفی۔ ۱۰۳۰ھ مکتوبہ ۱۰۵۲ھ اوراق ۲۷۰۔ یہ کشکول اگرچہ قاہرہ سے شایع ہوگئی ہے۔ لیکن یہ اس کا سب سے قدیم نسخہ ہے۔ جو مولف کی وفات سے بائیس سال بعد لکھا گیا ہے۔

حوالہ: الاعلام (۶: ۱۰۲)

۸۴۔ ادب النفس: محمد بن الحسن بن القاسم العاملی العینانی، متوفی بعد ۱۰۸۱ھ اوراق: ۱۰۱، مولف کا سنہ وفات کتب مراجع میں نہیں ملتا۔ البتہ صاحب اہل الآمل نے اس کتاب کا سنہ تصنیف ۱۰۶۸ھ دیا ہے۔ صاحب کشف الحجب نے ''آداب النفس'' کے عنوان سے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ لیکن مولف کا سنہ وفات نہیں دیا۔

حوالہ: معجم المولفین (۱۱: ۲۵۹)

اوراد و اعمال

۸۵۔ درود اکبر: مصنفہ محی الدین ابن العربی متوفی ۶۳۸ھ مکتوبہ محمد ہارون بن مخدوم

اشرف ۱۰۷۳ھ۔

یہ بہت مشہور اور طویل درود ہے جو ۴۶۵ /اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کی کتابت میں کاتب نے اول سے آخر تک یہ التزام رکھا ہے کہ لفظ ''محمدؐ'' ہر سطر میں ورق کے دونوں طرف یکساں فاصلہ پر ہے۔ اس طرح کہ اگر پہلے صفحہ میں لفظ محمد پر سوئی چبھوئی جائے تو آخر تک اسی لفظ پر اور اسی جگہ نکلے گی۔

حوالہ: جواہر عربیہ ۱۴۹

۸۶۔ کتاب الفواید و الصلات والعواید: مولفہ شہاب الدین احمد بن احمد بن عبداللطیف الشرجی النربیدی متوفی ۸۹۳ھ مکتوبہ خلیل بن ملا علی الشامی ۱۰۸۳ھ بمقام اورنگ (ترقیمہ کاتب) اس کے اوراق کی تعداد ۲۱۸ ہے۔ حوالہ: الاعلام (۹۱:۱)

۸۷۔ وظایف اوقات النبی المعمولہ الیومیہ واللیلیہ: مولفہ عبدالنبی بن احمد بن عبدالقدوس، متوفی ۹۹۲ھ۔ بخط مولف، محشی بحواشی توضیحی۔ اوراق: ۴۹۔

حوالہ نزہۃ الخواطر (۲۱۹:۴)

۸۸۔ الحرز الثمین شرح الحصن الحصین: اوراد و اعمال کی مشہور کتاب ''الحصن الحصین'' کی شرح جس کا شارح علی بن سلطان محمد القاری الھروی متوفی ۱۰۱۴ھ ہے۔ یہ نسخہ ۱۱۰۷ھ کا مکتوبہ ہے۔ اوراق: ۳۳۶۔ سرورق دارے مہر (۱) محمد قطب الدین قادری بن معصوم۔ (۲) ہوشدار خاں فدوی محمد فرخ سیر بادشاہ غازی ۱۱۲۵ھ۔

حوالہ: کشف الظنون (۶۶۹:۱)

۸۹۔ ماثبت من السنۃ فی ایام السنہ: مولفہ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ مکتوبہ قبل ۱۱۱۳ھ تعداد اوراق: ۱۲۶۔ اس کے سرورق پر حسب ذیل عبارت تحریر ہے:

"کتاب روح الساری من تصنیفات مولانا سیف الدین بخاری فی سیر النبی مختصر فی تاریخ مدینۃ منورۃ۔ کبتہ العبد السید غلام علی المتخلص بآزاد البلجرامی۔"

یہ عبارت جو مولانا آزاد بلگرامی کی نسبت سے تحریر کی گئی ہے۔ محض ایک جعل ہے۔ اس لیے کہ مولانا آزاد بلگرامی عربی کے ایک جید فاضل اور ادیب تھے، ان سے کسی بھی طرح یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ دو سطر کی عبارت میں ان سے متعدد نحوی غلطیاں ہوں۔

(الف) روح الساری نحوی اعتبار سے غلط ہے اس لیے کہ "الساری" روح کی صفت ہے۔ اس بنا پر "روح" پر بھی الف لام آنا ضروری ہے۔ (ب) عربی میں تصنیفات نہیں آتا بلکہ تصانیف آتا ہے۔ (ج) بخاری بغیر الف لام کے صحیح نہیں۔

اس کے علاوہ جس ورق پر یہ عبارت تحریر ہے۔ اس کے دوسرے طرف جو کتاب شروع ہوتی ہے۔ وہ نہ "روح الساری" ہے نہ "الروح الساری" بلکہ کوئی دوسری کتاب ہے۔ آزاد کی تحریر کے لیے دیکھئے نمبر ۱۲۱۔

۹۰۔ خلاصہ الاذکار ملقب بہ اطمینان القلوب: تالیف محمد بن مرتضیٰ المشتہر بہ ملا محسن الکاشی، متوفی ۱۰۶۱ھ۔ مکتوبہ فضل علی ۱۲۴۴۔ تعداد اوراق۔ ۹۵

حوالہ: کشف الحجب (۱۰۹۸ھ)

کلام وعقاید

۹۱۔ الحاشیۃ علی شرح العقاید النسفیہ: العقاید النسفیہ مولفہ نجم الدین ابوحفص عمر بن محمد

النسفی متوفی ۸۳۷ھ کا ایک جید حاشیہ جس میں اصل کتاب کے معضلات و دقایق کو واضح کیا گیا ہے۔ محشی کا نام شمس الدین احمد بن موسیٰ الخیالی متوفی ۸۶۰ھ ہے۔ مکتوبہ عزیز اللہ بن قاضی محمد عارف بن قاضی عبدالرحمٰن ہے۔ ۱۱۲۰ھ۔ اوراق ۴۶۔ سرورق دارائے مہر۔ محمد حیات اللہ۔ ۱۲۹۸ھ۔

حوالہ: الاعلام (۱:۲۶۲)

۹۲۔ زبدۃ الافکار: مولفہ عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ مکتوبہ حافظ غیاث الدین ملتانی ۱۲۴۰ھ۔ اوراق: ۱۶۹۔ لوح دارے مہر ''خادم العلماء المعتصم بحبل اللہ المعین غیاث الدین'' خیالی کے سابق الذکر حاشیہ کا حاشیہ۔

حوالہ: نزھۃ الخواطر (۵: ۲۱۵)

۹۳۔ الحاشیۃ علی شرح المواقف: مولفہ مرزا جان حبیب اللہ شیرازی، متوفی ۹۹۴ھ مکتوبہ محمد صالح بن حاجی محمد ۹۹۳ھ بحیات محشی۔ اوراق۔ ۳۷۔ سرورق مہر ''محمد اللہ خاں قاضی شریعت ۱۲۱۱ھ'' قاضی عضدالدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجی، متوفی ۷۵۶ھ کی مشہور تالیف ''المواقف'' کا حاشیہ۔

۹۴۔ البرھان القاطع فی اثبات الصانع: مولفہ بدرالدین محمد بن ابراھیم بن علی بن مرتضیٰ الیمنی معروف باین المفضل، متوفی ۸۴۰ھ مکتوبہ ۱۱۵۹ھ۔ اوراق ۱۸۔ حوالہ: الاعلام (۵:۳۰۰)

۹۵۔ زبدۃ النقایہ: مولفہ احمد بن محمد بن ابی سعید الترمذی کالپوی متوفی ۱۰۸۴ھ۔ یہ رسالہ شرح عقاید نسفی کے ان مقامات کی رد میں ہے جہاں شارح نے جاہل صوفیوں کے عقاید بیان کیے ہیں۔

حوالہ: نزھۃ الخواہر (۵. ۶۲)

۹۶۔ نظم الدرر فی سلک شق القمر: مولفہ عبدالحلیم بن محمد امین اللہ انصاری فرنگی محلی متوفی ۱۲۶۵ھ خودنوشت مولف۔ اوراق: ۲۰۔

حوالہ: نزہۃ الخواطر (۷: ۲۴۷)

اسماعیلیہ عقاید

۹۷۔ مجمع البراہین المنبۃ و مقمع الشیاطین المجتثۃ: مولفہ جعفر بن سلیمان بن حسن الاسماعیل اسماعیلیہ عقاید کے بیان میں ایک نادر رسالہ جو خود مولف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔

جدلیات (A) رد اہل سنت

۹۸۔ مصایب النواصب: مولفہ نوراللہ بن شریف بن نوراللہ الشوستری۔ متوفی ۱۰۱۹ھ مکتوبہ ۱۰۱۵ھ بحیات مولف۔ اوراق: ۱۴۰۔

یہ رسالہ مرزا مخدوم الحسینی الشیر ازی متوفی ۹۹۵ھ کے رسالہ ''النواقض فی رد الروافض'' کی رد میں ہے۔

۹۹۔ مجموعہ رسایل: یہ مجموعہ حسب ذیل چار رسایل پر مشتمل ہے، جس کا سنہ کتابت ۱۱۱۰ھ ہے۔

۱- بحث آیہ غار بین السنی والشیعہ: کاتب نسخہ نے اس رسالہ کا کوئی عنوان نہیں دیا۔ نہ مولف کا نام کسی مقام پر مذکور ہے۔ بلکہ اس کے اندرجات سے معلوم ہوا کہ یہ رسالہ ''آیہ غار'' کی بحث میں ہے، جو سنی اور شیعوں کے درمیان واقع ہوئی تھی۔ اس رسالہ میں مختلف شیعہ افاضل

کے نام آئے ہیں، جن میں سب سے متاخر علامہ ابن المطہر الحلی متوفی ۷۲۶ھ ہیں۔ اس کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ فاضل نیشاپوری الشافعی کی رد میں ہے۔

۲- مناظرۃ الملک رکن الدولہ اللصدوق ابن بابویہ: رسالہ کا یہ عنوان معنوی حیثیت سے غلط ہے، اس لیے شیخ صدوق اور ابن بابویہ قمی دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ شیخ صدوق کا انتقال ۳۸۱ھ میں ہوا ہے۔ اور ابن بابویہ قمی کا ۳۳۱ھ میں اور اس مناظرہ کا تعلق ابن بابویہ قمی سے ہے نہ کہ شیخ صدوق سے۔

۳- منقول من کتاب مثالب النواصب: یہ قاضی نور اللہ شوستری کی مذکورہ بالا کتاب ''مصایب النواصب'' کے کچھ اقتباسات ہیں۔ کاتب نسخہ سے یہاں بھی تسامح ہوا ہے۔ اس لیے کہ ''مثالب النواصب'' ابن شہر آشوب مازندرانی متوفی ۵۸۸ھ کی تالیف ہے نہ کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اور یہ اقتباسات ''مصایب النواصب'' کے ہیں۔

۴- رسالہ شیخ حسن بن شیخ بہاء الدین: اس رسالہ کا عنوان بھی کاتب نے اپنی طرف سے لکھ دیا ہے۔ اس کا صحیح عنوان صورۃ بحث وقع فی حلب'' ہے۔ مولف ''کشف الحجب'' (۳۱۲۲) اس رسالہ کے بیان میں لکھتے ہیں کہ یہ اس مناظرہ کی روداد ہے جو حسین بن عبدالصمد الحارثی والد شیخ بہاء الدین عاملی اور حلب کے کچھ افاضل کے درمیان تقلید امام ابو حنیفہ کے موضوع پر ہوا تھا۔

یہ چاروں رسالے بالکل نادر ہیں جن کا کوئی دوسرا مخطوطہ اب تک اطلاع میں نہیں آیا۔

۱۰۰۔ السیف الماحی: مولفہ سلطان العلماء السید محمد بن السید دلدار علی نصیر آبادی لکھنوی متوفی: ۱۲۸۴ھ۔

یہ رسالہ ۱۰۸ اوراق پر مشتمل ہے جو شاہ عبدالعزیز دہلوی کے رسالہ ''فتح العزیز'' کی رد میں ہے۔

B۔ ردتصوف

۱۰۱۔ الشہاب الثاقب : مولفہ السید دلدار علی بن محمد معین النصیر آبادی لکھنوی متوفی ۱۲۵۵ھ اوراق : ۹۱۔ صوفیہ اوران کے معتقدات کی رد میں ایک نادر تالیف اس کا دوسرانسخہ رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہے۔

C۔ ردمسیحت

۱۰۲۔ براہین ساباطیہ: مولفہ جواد ساباط بن ابراہیم ساباط متوفی بعد ۱۲۲۹ء مکتوبہ امجد علی ۱۲۶۸ھ اوراق :۲۰۰۔ یہ کتاب مسیحت کی رد میں ہے۔جس کا سنہ تکمیل تالیف ۱۲۲۹ھ ہے۔اسی سال یہ مطبع ساباطی کلکتہ سے چھپی تھی، اب نایاب ہے۔ ابتداء میں مصنف نے ان اسلامی فرقوں سے بھی بحث کی ہے، جو ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ عاید کرتے ہیں اوران کے جان و مال کو حلال سمجھتے ہیں۔

مصنف کے لیے دیکھئے: شروانی، نفحۃ الیمن ،نزہتہ الخواطر (۷: ۱۲۵)

علوم

۱۰۳۔ محاکمات علی شرح الاشارات : تالیف قطب الدین محمد بن محمد الرازی التحتانی متوفی ۷۶۶ھ تاریخ کتابت مذکورنہیں مگرنسخہ قدیم اور مکمل ہے اور اس کے سرورق پر کسی مغل امیر کی مہر ہے اور مولوی عبدالحق خیر آبادی کا ایک نوٹ ہے۔ اوراق ۳۲۷۔ غیر مطبوعہ۔

حوالہ: الاعلام (۷: ۳۸)

۱۰۴۔ حاشیۃ الافق المبین : تالیف فضل حق خیر آبادی متوفی ۱۲۷۸ھ خود نوشت محشی تا ورق ۸۴/ب، اوراق:۹۱۔ ناقص الآخر از ورق ۹۱۔

میر باقر داماد متوفی ۱۰۵۰ھ کی الافق المبین کا حاشیہ۔ حوالہ: نزہتہ الخواطر (۷:۴:۲۷۴)

نجوم وہیئت

۱۰۵۔ تفہیم النجوم: تالیف ابوریحان محمد بن احمد البیرونی متوفی ۴۳۰، مکتوبہ زکی الدین ۱۲۹۸۔ اوراق ۱۰۷۔ کاتب کے ترقیمہ کے مطابق یہ نسخہ مولوی تفضّل حسین کے نسخہ سے منقول ہے۔ منقول عنہ نسخہ کا ترقیمہ جو کاتب نے دیا ہے، حسب ذیل ہے:

"فرغ من تحریرہ ابوریحان عبیداللہ بن صاعد بن احمد البیرونی فی الخامس من شہر اللہ الاصم رجب عظم اللہ برکاتہ من سنتہ ثمان وثلاثین وخمساتہ والصلوٰۃ علی سید المرسلین محمد وآلہ الطیبین الطاہرین وسلم تسلیما۔"

اس ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے ۵۳۵ھ میں اس کتاب کی تالیف سے فراغت حاصل کی، لیکن اسی کتاب کے صفحہ ٦٧ پر "اوجات الکواکب" کے باب میں وہ لکھتا ہے۔ "فی زماننا الذی ھوار بعمائۃ وعشرون من ہجرۃ" یعنی جب وہ اس کتاب کی تالیف میں مشغول تھا تو ۴۲۰ھ تھی پھر اس کے ۱۸ سال بعد کس طرح اس کی تکمیل قیاس میں آسکتی ہے۔

۱۰٦۔ استیعاب الوجوہ الممکنہ فی معرفتہ الاسطرلاب : تالیف مولف مذکور۔ مکتوبہ قطب الدین بن محمود۔ اوراق ۴۵۔ لوح دارا ے مہر وتحریر ابوالحسنات محمد عبدالحی مورخہ ۱۲۸۷ھ۔ اس کے آخر میں میرزا محمد بن معتمد خاں کی حسب ذیل تحریر ہے:

"قد روقع ھذاالکتاب بحسب تصاریف الازمان عند جدی ثم منہ الی

والدی ثم منہ الی ولیس لنا فیہ دعوی التملک بل ہولنا ستفادہ۔ کتب ہذہ السطور العبد الضعیف الراجی رحمتہ ربی الغفور میرزا محمد بن معتمد خاں بن دیانت خاں ختم اللہ بہ، بالامن والا مان واوٗ صلہ معہما الی درجات الحنان۔"

زرکلی (الاعلام ۵:۳۱۴) نے اس کتاب کو غیر مطبوعہ لکھا ہے۔

لسانیات وادب

۱۰۷۔ کتاب الاجناس: مولفہ ابو عبید القاسم بن سلام الھروی متوفی ۲۲۴ھ مکتوبہ ۱۰۵۰ھ اوراق: ۱۴۔ مؤلف نے اس رسالہ میں عربی کے ان الفاظ کو جمع کیا ہے۔ جو لفظاً متشابہ ہوں اور معنی مختلف۔ اس کا ایک دوسرا نسخہ رضا لائبریری رامپور میں محفوظ ہے۔

حوالہ: الاعلام (۵:۱۷۶)

۱۰۸۔ الالفاظ الکتابیہ: مولفہ عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن حماد الھمدانی۔ متوفی حدود ۳۲۰ھ۔ مکتوبہ ۱۰۵۶ھ۔ اوراق ۵۸۔

حوالہ: معجم المولفین (۵:۱۶۳): الاعلام (۳:۳۲۱)۔

۱۰۹۔ المختار من کتاب الجمہرہ: ابن درید الازدی متوفی ۲۳۱ کی مشہور تالیف "الجمہرہ فی اللغہ" کا انتخاب۔ اس کا سنہ کتابت ۱۰۵۰ھ ہے اور تعداد اوراق: ۲۵۔

۱۱۰۔ عمدۃ الکتاب وعدۃ ذوی الالباب: تالیف یوسف بن عبداللہ الزجاجی متوفی ۴۱۵ھ۔ مکتوبہ ۱۰۵۰ھ اوراق: ۱۳۵۔ ورق اول دارائے مہر "محمد طاہر ۱۱۹۴ھ"۔

حوالہ: کشف الظنون (۲: ۱۱۷۱)؛ معجم المولفین (۱۳: ۳۱۲)

۱۱۱۔ الصحاح فی اللغۃ: تالیف ابونصر اسماعیل بن حماد الفارابی الجوہری۔ متوفی ۳۹۲۔ مکتوبہ ۶۴۸ھ تعداد اوراق: ۲۳۲۔

صحاح جوہری کا ایک قدیم اور نادر مخطوطہ جو روشنائی شیر خرما سے لکھا گیا ہے۔ اس کے سرورق پر صمصام الملک اور قادر الدولہ کی مہریں ہیں۔ نیز عبدالعزیز المیمنی کا ایک نوٹ۔ دوسری جلد کے آخر میں حاشیہ پر یہ عبارت ہے:

"بلغ مقابلتہ بخط ابن الجوالیقی۔"

۱۱۲۔ الصراح: تالیف محمد بن عمر بن خالد معروف بہ جمالی۔ تاریخ کتابت مذکور نہیں۔ لیکن ترقیمہ کاتب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مولف کے خود نوشت نسخہ کی نقل ہے۔ اس کے اول و آخر شاہی کتابداروں کے جائزے اور مختلف امرار کی مہریں ہیں۔ ان میں ایک مہر یحییٰ خاں ۱۱۷۸ھ، دوسری پیر محمد شاہ عالم ۱۰۹۸ھ ان کے علاوہ تین مہریں ناقابل قراۃ ہیں۔ یہ نسخہ شیخ عبداللہ سلطانپوری کی ملکیت میں بھی رہا ہے۔ اس کے اوراق کی تعداد ۴۴۶ ہے۔

۱۱۳۔ القاموس المحیط: تالیف مجد الدین محمد بن یعقوب بن محمد الشیر ازی الفیر وز آبادی متوفی ۸۱۷ھ مکتوبہ ۹۸۱ھ اوراق: ۵۲۸۔

"القاموس" کا ایک قدیم نسخہ جو اول سے آخر تک مطلا و مجدول ہے۔

نظم عربی

۱۱۴۔ جمہرۃ اشعار العرب: تالیف ابوزید محمد بن ابی الخطاب متوفی ۱۷۰ھ مکتوبہ ۹۸۶ھ اوراق: ۱۸۰۔ یہ نسخہ عبدالعزیز المیمنی کے مطالعہ سے گذرا ہے۔ چنانچہ اس کے سرورق پر ان کا حسب ذیل نوٹ ہے:

''وھذہ ھی عین المطبوعہ ببولاق الا انہا لا تخلو عن الفایدۃ عند المقابلۃ فی تصحیح بعض الکلمات وضم روایات ولکن لا تفضل علیہا فی الشعرو لا فی الشرح۔ حوالہ: الاعلام (۶:۱۱۴)

۱۱۵۔ شرح سبع معلقہ: تالیف ابو عبداللہ الحسن بن احمد الزوزنی متوفی ۴۷۵ھ مکتوبہ ابوالعلا بن ابی الفوارس ۶۴۸ھ۔ اوراق ۱۱۶۔

یہ شرح ورق ۱۱۶ الف پر ختم ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد ورق ۱۱۶ ب سے ورق ۱۴۷ تک ''اختیار دواوین المتنبی و البحتری وابی تمام'' مولفہ عبدالقاہر جرجانی متوفی ۴۷۱ھ، جس کا کاتب یہی ابوالفوارس ہے۔

حوالہ: الاعلام (۲:۲۲۱)

۱۱۶۔ شرح دیوان المتنبی: متنبی کے دیوان کی شرح، مکتوبہ احمد بن عبدالوہاب النابتی القرشی الصدیقی البکری ۹۷۲ھ بمقام مکہ۔ اوراق: ۳۸۹۔

شارح کا نام کسی مقام پر مذکور نہیں لیکن سنہ کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا شارح کوئی متقدم فاضل ہے۔

۱۱۷۔ شرح القصیدۃ الخزرجیہ: عبداللہ بن محمد الخزرجی متوفی ۵۴۹ کے مشہور قصیدہ کی شرح، مکتوبہ محمد بن فرخ حمصی ۸۸۷ھ۔ اوراق: ۴۷۔ شارح کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔

۱۱۸۔ الروضۃ الفایقہ فی الاشعار الرایقہ : مولفہ احمد بن محمد بن عبدالرحیم الشافعی الجابری، موجود ۶۹۲ھ مکتوبہ ۱۰۹۶ھ اوراق : ۲۶۷۔ حوالہ: معجم المؤلفین (۲: ۱۱۸)

اس کا کوئی دوسرا نسخہ اب تک علم میں نہیں آیا۔

۱۱۹۔ الغیث المسجم شرح لامیۃ العجم : طغرائی کے مشہور قصیدہ ''لامیۃ العجم' کی شرح جس کا شارح صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبداللہ اصفری متوفی ۷۶۴ھ ہے۔ اس نسخہ کا کاتب عبدالحق ہے اور سنہ کتابت ۱۰۰۴ھ۔ حوالہ: کشف الظنون (۲: ۱۵۳۷)

۱۲۰۔ حلیۃ الکمیت : تالیف شمس الدین محمد بن حسن بن علی النواجی۔ متوفی ۸۵۹ھ۔ اوراق ۲۰۱، سنہ کتابت مذکور نہیں، لیکن نسخہ بہت قدیم ہے۔ اس کے سرورق پر مفتی محمد عباس شوستری کی مہر اور حسب ذیل عبارت ملکیت ہے:

''اشتریۃ فی شہر الصیام ۱۲۶۸ من ہجرۃ سید الانام صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ الکرام۔''

الضوء الاسع (۷: ۲۲۹)

۱۲۱۔ ایجاز القلم علی شرح لامیۃ العجم : ابو اسماعیل حسین بن علی بن محمد متوفی ۵۱۴ھ کے قصیدہ ''لامیۃ العجم'' کی شرح، جس کا شارح گیارھویں صدی ہجری کا فاضل عبداللہ بن محمد الطمری الحسینی ہے۔ یہ نسخہ شارح کا خودنوشت ہے۔ تعداد اوراق : ۱۱۵۔ اس کے سرورق پر مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کی حسب ذیل تحریر ہے:

''ملکت ھذا الکتاب وانا الفقیر آزاد الحسینی الواسطی بلگرامی حررہ فی الحادی عشر من شوال ۱۱۷۸ھ۔''

نثرِ عربی

۱۲۲۔ نہج البلاغہ: امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب کے خطبات، رسایل اور اقوال و حکم کا مجموعہ۔ عربی ادب کی مشہور کتاب ہے۔ اب تک دنیا کے مختلف ممالک میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ زیرِ نظر نسخہ اس لحاظ سے بے حد اہم ہے کہ ہمارے علم کی حد تک یہ سب سے قدیم نسخہ ہے۔ جس کا سنہ کتابت ۵۳۸ھ ہے۔ یعنی مولف کتاب شریف رضی کی وفات سے ۱۳۲ سال بعد کا۔ اس نسخہ کا مقابلہ الادیب افضل الدین حسن القمی کے نسخہ سے کیا گیا ہے۔ اس کے سرورق پر متعدد مشاہیر اور فضلاء کی تحریریں ہیں۔ مثلاً طیفور بن سلطان محمد البسطامی ۔ مورخہ ۱۰۶۱ھ، محمد کاظم بن حبیب اللہ رشتی مورخہ ۱۰۲۴ھ یہ نسخہ آخر میں راجہ ابو جعفر (پیر پور) کے پاس آیا۔ پھر مفتی محمد عباس شوستری کی ملکیت میں چنانچہ اس کے آخری صفحہ پر ان کی مہر بھی ثبت ہے۔

۱۲۳۔ الافصاح: مقامات حریری کی شرح جس کا شارح ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی، متوفی ۶۱۰ھ ہے۔ یہ نسخہ شارح کا خود نوشت ہے، جو اس نے ۵۶۳ھ میں نقل کیا، جیسا کہ ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے:

> ''وقد وقع الفراغ من اتمامہ فی شہور سنۃ ثلاث وخمسمائۃ وانا ارغب الیٰ اصحابی والی کل من یطالعہ و یستفید منہ ولوحرفا ان یذ کرنی فی صالح الدعا......'' حوالہ: الاعلام (۷: ۳۴۸)

۱۲۴۔ المستجاد من فعلات الاجواد: مولفہ ابوالحسن علی بن عبدالمحسن التنوخی ۔ متوفی ۳۴۴ھ۔ ۵۹۹ھ ہجری کا مکتوبہ۔ ایک قدیم ترین نسخہ۔

۱۲۵۔ المطول: علمِ معانی و بیان کی مشہور کتاب ہے، جو متعدد مرتبہ شایع بھی ہو چکی ہے۔ اس نسخہ کی اہمیت صرف یہ ہے کہ اس کے پہلے صفحہ پر نورالدین جہانگیر بادشاہ کی حسب ذیل

تحریر ہے:

''اللہ اکبر''

مطول در علم فصاحت (و بلاغت) بخط سید المحققین و سند المدققین السید الشریف الجرجانی ...... بعد ملاحظہ داخل کتب خانہ این نیاز مند درگاہ الٰہی شد سنہ جلوس ...... مطابق ۱۰۲۳ ہجری (حررہ محمد) نور الدین جہانگیر بن اکبر بادشاہ غازی۔''

جہانگیر کی اس تحریر کے بارے میں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ نسخہ کے آخر میں کاتب نے اپنا نام صرف ''السید الشریف'' لکھا ہے اور سنہ کتابت ۸۳۹ھ جہانگیر کو لفظ ''السید الشریف'' سے ''السید الشریف الجرجانی'' کا دھوکا ہوا، حالاں کہ جرجانی کی تاریخ وفات ۸۱۶ھ ہے اور یہ نسخہ ۸۳۹ھ کا مکتوبہ ہے۔ پھر بھی ایک شہنشاہ کے لیے اتنا علم بھی قابل قدر ہے کہ اس نے شریف جرجانی کے مرتبہ کو سمجھا۔

نثر فارسی

۱۲۶۔ شرح گلستاں: شیخ سعدی شیرازی کی مشہور عالم کتاب ''گلستان'' کی عربی شرح، جس کا شارح مصطفیٰ بن شعبان السروری ہے۔ تاریخ کتابت ۱۱۱۲ھ ہے۔ اوراق ۴۳۴۔ اس کے کسی دوسرے نسخہ کا ہمیں علم نہیں۔

تذکرہ سوانح

۱۲۷۔ فتح المتعال فی مدح النعال: سیرۃ پر ایک اہم تالیف ہے۔ جس کا مولف احمد بن محمد التونی المغربی متوفی ۱۰۴۱ھ ہے۔ یہ نسخہ مولف کا خودنوشت ہے جس کا سنہ کتابت ۱۰۳۳ھ ہے اس کے سرورق پر علامہ عبداللہ چلپی کا جائزہ اور دو تحویلیں درج ہیں۔ چلپی کی عبارت حسب ذیل ہے:

''غرہ صفر ۴۰ھ عرض دیدہ شد۔ العبد عبداللہ چلپی'' حوالہ: کشف الظنون (۲: ۱۲۳۴)

۱۲۸۔ الروضہ فی فضایل امیر المومنین علیؑ: تالیف حسین بن حمدان الخیلانی۔ مخطوطہ میں مولف کا نام کسی مقام پر مذکور نہیں، لیکن صاحب کشف الحجب (۱۵۹۲) نے ''الروضہ فی المناقب والمعجزات'' کے عنوان سے ایک کتاب کا ذکر کیا ہے اور اس کا مولف خیلانی مذکور ہی کو لکھا ہے۔ نیز اس کا سنہ تالیف انھوں نے ۶۵۱ھ دیا ہے۔ چنانچہ پیش نظر نسخہ کے مقدمہ میں بھی سنہ تالیف یہی ہے۔

۱۲۹۔ اکسیر العبادات فی اسرار الشہادات: تالیف آقا عابد بن رمضان بن زاہد الشروانی متوفی ۱۲۸۵ھ اس کا سنہ کتابت کسی مقام پر مذکور نہیں۔ تعداد اوراق ۳۱۴۔

یہ کتاب حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی شہادت کے اسرار کے بیان میں ہے۔ اس کا کوئی دوسرا نسخہ اب تک میری نظر سے نہیں گذرا۔ صاحب کشف الحجب (۱۰۴۹، ۲۱۴۱) نے اس کی دو کتابوں: ''خزاین الاصول'' اور ''العناوین'' کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن اس کتاب کا انھوں نے بھی ذکر نہیں کیا۔ مؤلف نے مقدمہ میں اپنی تالیفات میں حسب ذیل کتابوں کا ذکر کیا ہے:

۱۔ خزاین الاحکام فی شرح الدرة الغرویہ للسید مہدی المشتہر بحر العلوم۔

۲۔ خزاین الاصول۔

۳۔ مسایل التقلید۔

۴۔ القواعد المتقنہ والاصول الحکمہ۔

۱۳۰۔ روح القرآن فی فضایل امناء الرحمان : تالیف مفتی محمد عباس الشوستری لکھنوی ، متوفی ۱۳۰۶ھ مکتوبہ السید عابد ۱۲۷۱ھ بحیات مولف۔ اوراق : ۲۸۲۔

ایمہ اہل بیت کے حالات پر مشتمل ایک نادر اور غیر مطبوعہ کتاب ''ھذا روح قرآن'' اس کا تاریخی عنوان ہے، جس سے ۱۲۷۱ برآمد ہوتے ہیں۔

۱۳۱۔ نزھة الابرار فی الاسامی ومناقب الاخیار: تالیف وجیہ الدین عمر بن عبد المحسن متوفی حدود ۷۰۰ھ مکتوبہ علی بن سعد بن یعقوب بن الزاہد ۷۰۶ھ اوراق ۱۸۷۔ روشنائی : شیر خرما۔

مشارق الانوار علی صحاح الاثار مولفہ قاضی عیاض بن موسیٰ متوفی ۶۰۴ھ کے راویوں کے حالات اور ان کی توثیق کے بیان میں ایک نادر رسالہ ۔ کاتب کے ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مولف کے خودنوشت نسخہ کی نقل ہے۔ جو مولف کی وفات سے چھ سال بعد لکھا گیا۔ اس کے سرورق پر ''کاظم علی خاں بہادر فدوی شاہ عالم بادشاہ غازی'' کی مہر ہے۔ زرکلی نے الاعلام (۵:۵۳) میں مولف کی تالیفات میں اس کتاب کا ذکر نہیں کیا۔

۱۳۲۔ طبقات الخوص : تالیف زین الدین احمد بن احمد بن عبداللطیف الشرجی متوفی ۸۹۳ھ۔ مکتوبہ ۹۹۷ھ اوراق ۱۲۱۔

صوفیہ کے حالات میں ایک نادر کتاب جس کا سنہ تکمیل تالیف ۸۶۷ھ ہے۔ حوالہ معجم المولفین (۱:۱۰)

۱۳۳۔ اسنی المطالب فی صلۃ الاقارب: تالیف شہاب الدین احمد بن محمد بن حجر الہیثمی الشافعی المکی متوفی ۹۷۳ھ۔ مکتوبہ شیخ احمد مکی، سنہ کتابت مذکور نہیں۔ اوراق: ۷۰۔ اس کا دوسرا نسخہ حدا بخش لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہے۔

۱۳۴۔ خبایا الزوایا: تالیف حسن بن علی العجیمی۔ متوفی ۱۱۱۳ھ مکہ کے مشہور فضلاء کے حالات میں ایک نادر رسالہ جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔ اوراق: ۴۴۔ حوالہ: الاعلام (۲: ۲۰۵)

۱۳۵۔ الاربعین فی احوال المہدیین: یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس کا مولف پٹنہ کا ایک فاضل ولایت علی عظیم آبادی، متوفی ۱۲۷۰ھ ہے۔ اس رسالہ میں مولف نے مہدیین کے حالات سے بحث کی ہے۔

صاحب نزہۃ الخواطر (۷:۵۲۶) نے مولف کے تذکرہ میں اس کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا۔

۱۳۶۔ طرب الاماثل بتراجم الافاضل: تالیف ابوالحسنات محمد عبدالحئی انصاری فرنگی محلی، متوفی ۱۳۰۴ھ خودنوشت مولف۔ اوراق: ۴۴۔

یہ کتاب جیسا کہ مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے۔ ''الفواید البہیہ فی تراجم الحنفیہ'' کے بعد کی تالیف ہے۔

۱۳۷۔ فرحۃ المدرسین بذکر المولفات المولفین: از مولف مذکور۔ اس کا سنہ تکمیل ۱۳۰۳ھ ہے۔ تعداد اوراق ۸۴۔ صفحہ اوّل دارائے مہر ابوالفیض محمد یوسف۔ غیر مطبوعہ۔

اس کا پہلا صفحہ کسی دوسرے کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس میں کتاب مذکور کی اہمیت کو واضح کیا گیا

ہے۔ باقی پوری کتاب مولف کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ یہ اہم تالیف ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔
خ حوالہ: الاعلام (۶: ۱۸۷)

۱۳۸۔ اھداء للطایف فی اخبار الطایف: تالیف حسن بن علی العجیمی، متوفی ۱۱۰۳ھ مرتبہ عبدالقادر بن المفتی یحیٰ الصدیقی الحنفی ۱۱۷۹ھ مکتوبہ ۱۲۱۵ھ۔ اوراق: ۱۴۔

طایف کے حالات پر ایک نادر اور غیر مطبوعہ رسالہ ۔حوالہ الاعلام ۳: ۲۰۵۔

فارسی نوادر

مولفین کے خودنوشت نسخے

۱۔ اشعتہ اللمعات شرح المشکوۃ: مولفہ شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ یہ پوری شرح چار مجلدات میں ہے۔اس کے آخری جلد کے ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خود مولف کے ہاتھ کا تحریر کردہ ہے۔ترقیمہ حسب ذیل ہے:

''وانتساخ ایں نسخہ بایں تطویل درآخر سنہ الف واربع واربعین واقع شدہ و مقابلہ ایں کتاب بایں تطویل و اطناب نیز بردست مولف در ہمیں سال اتمام یافت ...... ورجوع نسخہ دیگر در تحقیق وتصحیح باید کہ بایں نسخہ باشد فعلیہ الاعتماد والتعویل۔''

آخر میں آپ کے دستخط مع تاریخ کتابت ترقیمہ ۱۰۴۵ھ ملتے ہیں۔

اسی کا ایک دوسرا نسخہ جو حبیب گنج کلکشن میں ہے۔مؤلف ہی کی زندگی کا لکھا ہوا ہے۔جس کی تاریخ کتابت ۱۰۴۸ھ ہے، اور تعداد اوراق ۱۰۹۰ یعنی ۲۱۸۰ صفحات۔

۲۔ نظم الجواہر ونھد الفراید: قرآن مجید کی تفسیر کا ایک نادر مخطوطہ ہے، جس کے مؤلف ہندوستان کے ایک وسیع النظر عالم ولی اللہ بن احمد علی فرخ آبادی متوفی ۱۲۴۹ھ ہیں۔اس کی سنہ کتابت ۱۲۳۶ھ ہے۔ افسوس کہ اس کا کوئی مکمل نسخہ نہیں ملتا (مولف کے دیکھئے نزھۃ الخوطر)

۳۔ چار چمن: مولفہ غلام محی الدین مبتلا و عشق مکتوبہ ۱۱۸۷ھ یہ مبتلا وہی ہیں جن کا تذکرہ ''طبقات سخن'' کافی مشہور ہے۔

۴۔ تلخیص الشفا: مصنفہ مولانا فضل حق خیر آبادی، مکتوبہ ۱۳۲۷ھ

۵۔ دیوان صایب، بخط صایب: اس کے پہلے صفحہ پر ایک دائرے میں ''زبدۃ الافکار صایب تمام بخط صایب۔'' لکھا ہوا ہے۔ اس کے اوپر یہ عبارت تحریر ہے:

''دیوان صایب بخط شفیعائی گذرانیدہ نواب مجد الدولہ بہادر دواز دہم شعبان ۲۰ھ داخل کتابخانہ سرکار والاشد۔''

اس کے نیچے کسی کی تحریر ''دراز دہم ربیع الثانی ۲۵ھ دیدہ شد۔'' پھر کسی اور تحویلدار کی تحریر: ۲۴ر رمضان ۲۸ر ایک مہر بھی ہے، لیکن پڑھی نہیں جاتی۔ دوسرے ورق پر صایب کے قلم سے اس کا مشہور اور پسندیدہ شعر مذکور ہے:

محو کے از صفحہ دلہا شور و آثار من　　　من ہماں ذوقم کہ می یابند از افکار من

اس کے علاوہ کچھ اور اشعار بھی درج ہیں۔ دیوان کا پہلا صفحہ مطلا ہے۔ اوراق: ۱۸۲۔ کہیں کہیں حاشیوں پر صایب ہی قلم کے اضافہ ہیں۔ غزلیں جہاں ختم ہوئی ہیں وہاں ایک گوشے میں بلغ صایب اور سب سے آخر میں صایب کے قلم کی یہ تحریر ہے:

''بہ عنایت الٰہی در تاریخ ....روز شنبہ ۳ رشوال المکرم ۱۰۸۳ھ دردار السلطنت اصفہان باتمام رسید العاقبۃ بالخیر۔''

آخر الذکر تینوں نسخوں کی مذکورہ بالا توضیح ہم نے کتاب نمایش گاہ مخطوطات ونوادر کتب خانہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ سے بعینہ نقل کی ہے۔

☆

دوسرا نسخہ صایب کے ہاتھ کا لکھا ہوا فہرست کتب مجلس شورائی ملی تہران نمبر ۱۰۰۷ کے تحت ملتا ہے۔ جس کے بارے میں فہرست نگار نے پورے وثوق کے ساتھ کہا ہے کہ یہ نسخہ خود صایب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ ملک الشعرا محمد تقی بہار نے اس دیوان کے پہلے صفحہ کی پشت پر اس کی صحت نسبت کے بارے میں ایک نوٹ بھی لکھا ہے جو ۱۳۱۴ش کا لکھا ہوا ہے۔

تیسرا نسخہ دیوان بخط صایب فہرست نسخہ ہائے خطی موزہ ملی پاکستان (۵۰۶) میں ملتا ہے۔ اس کے سرورق پر "کلیات صایب بخط میرزا صایب" تحریر ہے۔ نیز دیوان کے اختتام پر صایب کی تحریر بھی ہے۔ یہ نسخہ ممتاز حسن کراچی کے مقدمہ کے ساتھ بعنوان "دیوان صایب بخط میرزا صایب ۱۹۷۱ء میں طبع ہو چکا ہے۔

یہ تین دیوان تو وہ ہیں جو صایب کے خود نوشت ہیں۔ اس کے علاوہ چار نسخے وہ ہیں جو صایب کے مشہور شاگرد عارف تبریزی کے لکھے ہوئے ہیں:

دیوان صایب (حبیب گنج کلکشن مولانا آزاد لائبریری) یہ مکمل دیوان ۶۶ صفحات پر مشتمل ہے اور تاریخ کتابت ۱۰۸۳ھ ہے۔ سرورق کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نسخہ کی کتابت صایب کی زیر نگرانی اور خود اس کے گھر میں ہوئی ہے، ملاحظہ ہو:

"دیوان مرزا محمد علی صایب تبریزی منتخب صغیر تصحیح کردہ عہد مصنف

مرحوم و در منزل خود مصنف بخط عارف تبریزی قلمی گردید۔"

☆

بانکی پور (۳: ۱۵۳) میں بھی صایب کے دیوان کا ایک نسخہ عارف تبریزی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ جس کا سنہ کتابت ۱۰۸۰ھ ہے۔

☆

اس نسخہ کے بارے میں پروفیسر مختار الدین احمد (نمایش گاہ مخطوطات و نوادر) اطلاع دیتے ہیں کہ یہ نسخہ صایب کے مشہور شاگرد عارف تبریزی کا مکتوبہ ہے اور سنہ کتابت ۱۰۸۵ھ ہے۔ یہ نسخہ صایب کی نظر سے بھی گزر چکا ہے اور مختلف صفحوں کے حواشی پر اس نے اپنی غزلیں "لراقمہ" لکھ کر اپنے قلم سے بڑھائی ہیں۔ سرورق کی پیشانی پر "یا معین من لا معین لہ" اور کچھ آیات قرآنی درج ہیں۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانہ کی زینت رہا ہے۔ ۱۱۳۶ھ کا عرض دیدہ موجود ہے۔

☆

ایتھے (۱۶۰۶) میں بھی دیوان صایب کا ایک نسخہ محفوظ ہے۔ جس کے ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کاتب بھی عارف تبریزی ہے اور اس کی کتابت خود صایب کی زیر نگرانی ہوئی ہے۔

اس نسخہ کے بارے میں پروفیسر مختار الدین احمد کی اطلاع ہے "اس پر صایب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ۱۰۷۰ھ سے قبل کا لکھا ہوا ہے۔ اس نسخہ کی تین اہمیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ مصنف کی وفات سے تقریباً ۱۵ سال قبل اس کی کتابت

ہوئی۔ اس بنا پر صایب کے کلام کی تاریخی ترتیب میں بے حد مفید ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ مکمل دیوان صایب کی نظر سے گزر چکا ہے اور اس نسخہ پر اس کی تصحیحات درج ہیں۔ تیسری اہمیت یہ ہے کہ بہت سی غزلیں دیوان کے حواشی پر صایب نے اپنے قلم سے درج کی ہیں۔ یہ نسخہ شاہی کتب خانوں میں رہ چکا ہے اور اس پر مختلف تحویلداروں کی تحریریں درج ہیں۔

☆

یہ نسخہ حبیب گنج کلکشن (نمبر ۴۷/۵۲) میں محفوظ ہے۔ کاتب کا نام اگرچہ نسخہ پر تحریر نہیں مگر سنہ کتابت ۱۰۸۳ھ بتاتا ہے کہ یہ دیوان بھی صایب کی زندگی کا لکھا ہوا ہے۔ یہ نسخہ ۱۰۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک طرف تو صایب کے دیوان کی ضخامت جو کسی طرح ۱۰۰۰ یا کم از کم ۶۰۰ صفحات سے کم نہیں دوسری طرف مصنف کے خودنوشت تین نسخے جن میں دو پر تو تاریخ کتابت درج نہیں۔ تیسرے کی تاریخ کتابت ۱۰۸۳ھ ہے جب کہ اسی سنہ میں صایب نے اپنی نگرانی میں اور اپنے گھر پر عارف تبریزی سے اپنے دیوان کی کتابت کرائی۔ گویا خود بھی وہ دیوان کی کتابت کرتا رہا اور اپنے شاگرد عارف تبریزی سے بھی اپنی نگرانی میں لکھواتا رہا۔ کیا صایب کے لیے اتنی فرصت تجویز کی جاسکتی ہے؟ اس کے علاوہ چار نسخے عارف تبریزی کے مکتوبہ ہیں، جو بالترتیب ۱۰۸۰ھ، ۱۰۸۳ھ اور ۱۰۸۵ھ کے لکھے ہوے ہیں، چوتھے پر تاریخ کتابت درج نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں استاد شاگرد کو سوائے دیوان نقل کرنے کے شاید اور کام نہ تھا۔ بہرحال یہ پوری تحقیق چاہتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب تمام نسخے سامنے ہوں۔

۶۔ قصاید شمس الدین طبسی: (۶۲۶ھ) شمس الدین طبسی کے قصاید کا مجموعہ جو ۷۲۱ھ کا

مکتوبہ ہے۔ حبیب گنج کلکشن کا یہ قدیم ترین نسخہ ہے۔ یہ نسخہ شاہان دکن کے کتب خانوں میں رہا ہے۔ چنانچہ اس پر سلطان محمد قلی قطب شاہ، سلطان ابراہیم قطب شاہ وغیرہ کی مہریں ہیں۔

۷۔ مثنوی معنوی: مولانا روم کی مثنوی کا یہ ایک قدیم نسخہ ہے جو ۷۱۲ھ کا مکتوبہ ہے۔ گویا مصنف کی وفات کے صرف چالیس سال بعد لکھا گیا ہے جیسا کہ حسب ذیل ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے:

"تم المجلد الثالث من کتاب المثنوی المعنوی بعون الخالق القوی فی ثانی عشر من شہر ربیع الاول سنۃ اثنی عشر وسبعمائۃ"

اس نسخہ پر متعدد مشاہیر کی مہریں ہیں۔ ان میں ایک مہر شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیر کی بھی ہے۔ دفتر ۱، ۲، اور ۳ پر کسی فاضل کے حواشی بھی ہیں۔

۸۔ منتخب مثنوی مولانا روم: مثنوی معنوی کا یہ انتخاب محمد سعد عظیم آبادی کا کیا ہوا ہے۔ "باغ گلیں" سے اس تاریخ تالیف ۱۱۰۵ برآمد ہوتی ہے۔ نیز ۱۱۰۶ھ میں بعہد اورنگ زیب اس کی کتابت ہوئی۔ اس پر ایک مہر یوسف علی خاں کی ہے اور دوسری مہریں سلیمان جاہ اور امجد علی شاہ کی۔

۹۔ مثنوی مجمع البحرین: مولفہ شمس الدین کاتبی نیشاپوری متوفی ۸۳۸۔ اس نسخہ پر قطب شاہی خاندان کے تین بادشاہوں کی مہریں ہیں۔ سلطان محمد قطب شاہ، سلطان ابراہیم قطب شاہ اور محمد قلی قطب شاہ۔

۱۰۔ مثنوی گوی وچوگاں: مولفہ محمود العارفی اس کا دوسرا عنوان "حال نامہ عارفی" بھی ہے۔ اس کی تاریخ تکمیل ۸۴۲ھ ہے۔ یہ نسخہ خطاطی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ جس کا کاتب میر

علی الکاتبی ہروی ہے اور تاریخ کتابت ۹۲۶ھ جو ۹۱۱ھ تک سلطان حسین مرزا کے دربار میں رہا۔ خط نستعلیق میں کمال رکھتا تھا۔ ۹۵۱ تک بقید حیات تھا۔ اس کے خطاطی کے نمونے قریب قریب دنیا کے سبھی ملکوں میں پائے ہیں۔ یہ نسخہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کو فتح گولکنڈہ کے موقع پر ۱۰۹۸ھ میں حاصل ہوا تھا۔ اس پر ایک تصویر خانہ کعبہ کی ہے اور دوسری مسجد نبوی کی۔ ترقیمہ کاتب حسب ذیل ہے:

''کتبہ العبد الفقیر المذنب علی الحسینی الکاتب غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ فی اوایل شہر ربیع اول سنہ ست وعشردن وتسع مائۃ بمدینۃ اطراۃ۔''

اس کے سرورق پر متعدد مغل امرا کی تحریریں اور مہریں ہیں۔ ان میں ایک تحریر یہ ہے:

''کتاب گوی وچوگاں بخط استاد الکاتب ملا میر علی بابتہ فتح گولکنڈہ غرہ ذی الحجہ سال سی ویکم جلوس اقبال تحویل سہیل نمودہ۔''

یہ سہیل شاہی کتب خانہ کا انچارج تھا، اور تمام مخطوطات اسی کے تحویل میں دیے جاتے تھے۔

۱۱۔ دیوان امیر شاہی: مجموعہ غزلیات آقا ملک بن جمال الدین امیر شاہی سبزواری متوفی ۸۰۷ھ مکتوبہ فتح چند۔ اس نسخہ پر حسب ذیل سلطانین کی مہریں ہیں:

(۱) آصف الدولہ (۲) نصیر الدین حیدر اور امجد علی شاہ بادشاہ اودھ۔

۱۲۔ دیوان آرزو: سراج الدین علی خاں آرزو متوفی ۱۱۶۹ھ کی غزلوں کا مجموعہ اس کے سرورق پر صلاح الدین خاں فدوی محمد شاہ بادشاہ غازی، امجد علی شاہ اور واجد علی شاہ کی مہریں ہیں۔

۱۳۔ کلیات حزیں: علی بن ابی طالب متخلص بہ حزیں، متوفی ۱۱۸۰ھ کے کلام کا مجموعہ۔ یہ نسخہ شاعر کے خود نوشت نسخہ کی نقل ہے، جو نواب احمد خاں بنگش کے کتب خانہ کے لیے

۱۱۴۵ھ میں نقل کیا گیا تھا۔ اس کے سرورق پر نواب احمد خاں بنگش کی حسب ذیل تحریر ہے:

''ظل سبحانی، خلیفۃ الرحمانی حضرت احمد شاہ ابدالی کلیات شیخ علی حزیں کہ مصنف برائے فرستادن نواب قطب الدولہ قطب الملک بدست خود تحریر نمود: حرفے از کلام خود نگذاشت۔ فقیر بے بضاعت المخاطب بخطاب سلطانی بہ نواب احمد خاں بنگش در ریاست عطیہ سلطانی بہ خضر خانی بلدہ فرخ آباد منقول کنانیدہ بعدہ داخل کتب خانہ احقر شد۔ الفقیر احمد خاں ۱۱۴۵ھ۔

خطاطی کے اعلیٰ نمونے

۱۴۔ جواہر میوزیم مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں اظہر کی ایک البم محفوظ ہے جو ۲۵/ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس میں عراقی کے تین ترجیع بند اور ایک ترجیع بند اوحدی کا ایک خواجہ کرپاتی کا ہے۔ علاوہ حسن خط کے اس کی تاریخی اہمیت یہ ہے کہ جہانگیر کے شاہی کتب خانہ میں رہی ہے۔ چنانچہ اس کے پہلے صفحہ پر جہانگیر کی حسب ذیل تحریر ہے:

''پنجم آذر سنہ، داخل کتابخانہ ایں نیاز مند درگاہ الٰہی در دار الخلافہ آگرہ شد۔ حررہ نورالدین جہانگیر سنہ ۱۴ ۱۰۱۴ھ ابن اکبر بادشاہ۔''

اس کے علاوہ اور بھی مغل امرا کی تحریریں ہیں۔ مثلاً ملا حبیب اللہ، محمد ہاشم، منعم بیگ، مراد بیگ، عبدالوہاب، اعظم بیگ وغیرہ۔ ترقیمہ کاتب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ البم ۸۸۰ھ میں بمقام ہرات تیار کی گئی۔

کاتب نسخہ اظہر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق تبریز سے تھا۔ وہاں سے ہجرت کر کے وہ ہرات آیا۔ یہاں اس کو بڑا اعزاز ملا اور تیموری سلاطین بایسنغر مرزا، سلطان الغ بیگ، سلطان ابوسعید بن محمد بن میرن شاہ کے درباریوں میں شامل ہو گیا۔ مشہور خطاط سلطان

علی مشہدی اس کے شاگردوں میں تھا۔

۱۵۔ دیوان حافظ: یہ نسخہ اول الذکر کاتب کے شاگرد سلطان علی مشہدی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ جو ۸۷۳ھ سے ۹۱۱ھ تک سلطان حسین مرزا اور اس کے وزیر میر علی شیر نوائی کے درباریوں میں رہا۔ اس کی خطاطی کے نمونے بہت کم ملتے ہیں۔ نسخہ کے ترقیمہ میں اس نے اپنا نام تو دیا ہے، لیکن سنہ کتابت نہیں دی۔

۱۶۔ مثنوی یوسف زلیخا: مکتوبہ سلطان حسین بن جمشید ۹۶۳ھ بمقام ہرات یہ نسخہ بھی سابق الذکر نسخوں کی طرح خطاطی کا ایک بہت اچھا نمونہ ہے۔

۱۷۔ تیمور نامہ: ہاتفی متوفی ۹۲۷ھ مکتوبہ محمد علی الکاتبی ۹۹۴ھ ترقیمہ حسب ذیل ہے۔

"باتمام رسید و بحسن اختتام انجامید ایں در لآلی از منظومات مولانا عبداللہ ہاتفی تاریخ شہر رجب المرجب سنہ ۹۹۲ کتبہ العبدالمذنب محمد الکاتب۔"

۱۸۔ کلیات سعدی شیرازی: متوفی ۶۹۱ھ خطاطی کے لحاظ سے ایک نادر الوجود مخطوطہ ہے جس کا کاتب جمال کافی ہے اور سنہ کتابت ۸۱۴ھ۔ ترقیمہ کاتب:

"علی ید العبد الضعیف الفقیر الحقیر جمال کافی کاتب فی تاریخ اربع عشر محرم الحرام سنہ ۸۱۴ھ۔"

۱۹۔ خمسہ نظامی: مکتوبہ حسین عبداللہ بمقام شیراز سنہ ۸۶۳ھ یہ نسخہ ۱۷ تصاویر پر مشتمل ہے جو مصوری کا ایک اعلیٰ نمونہ ہیں۔

۲۰۔ دیوان حافظ شیرازی: مکتوبہ عبدالرحمٰن الکاتب سنہ کتابت ۹۷۱ھ یہ نسخہ تمام تر مطلا و مذہب ہے۔ ایرانی طرز کی تین تصاویر اس میں شامل ہیں۔ نسخہ پر مختلف امراء کے جو نوٹ

ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مغل سلاطین کے کتب خانوں میں رہا ہے۔ اس پر ایک مضمون پروفیسر خلیق احمد نظامی کا مجلّہ ''فکر ونظر'' جولائی ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا تھا۔

۲۱۔ نفحات الانس: مولفہ نورالدین عبدالرحمٰن جامی۔ یہ نسخہ میر ماہ میر عرب کا مکتوبہ ہے اور سنہ کتابت ۱۰۰۵ھ مطلا و مذہب ہے۔ خط نہایت پاکیزہ۔ اس کے ہر ورق پر کسی فاضل کے ہاتھ کے توضیحی حواشی ہیں۔ آخری صفحہ کے زیریں حصہ پر شاہ وجیہ الدین گجراتی کی مہر ہے۔

میر ماہ میر کلنگی کا بھتیجہ تھا، جو میر علی ہروی کے ان سات شاگردوں میں تھا۔ جنھوں نے فن خطاطی میں نام پیدا کیا۔

۲۲۔ مذکر احباب: نوعی کی مجالس النفالیس کا یہ ایک ضمیمہ ہے، جس کا مولف بہاء الدین حسن، خواجہ نقیب الاشراف بخاری ہے۔ جس نے سلطان عبداللہ بہادر خاں اُزبک کے عہد سلطنت میں بمقام بخارا ۹۷۴ھ میں اس کی تکمیل کی۔ یہ ضمیمہ ان شعرا، سلاطین، امرا و علما کے تذکرہ پر مشتمل ہے جو ۱۰ویں صدی ہجری میں بخارا میں سکونت پذیر تھے۔ خطاطی کے لحاظ سے یہ ایک بڑی نادر چیز ہے۔ اس کا کاتب میرک ہے اور سنہ کتابت ۹۸۰ھ مقام کتابت بخارا۔

۲۳۔ لوائح جامی: یہ نسخہ سنہری جدولوں کے اندر زرافشاں کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ نستعلیق کا ایک قابل ذکر نمونہ ہے۔ اس کا کاتب محمد محسن الھروی ہے اور سنہ کتابت ۱۰۰۲ھ یہ نسخہ ۱۰۹۵ھ میں اورنگ زیب کے شاہی کتب خانہ میں آیا۔ جیسا کہ حسب ذیل نوٹ سے معلوم ہوتا ہے:

> ''لوائح گذرانیدہ میر معز چہاردہم ربیع الثانی ۱۰۹۶ھ داخل کتابخانہ سرکار عالی شد۔''

یہ نسخہ کچھ عرصہ کے لیے شایستہ خاں کو بھیجا گیا تھا جو ۱۰۹۷ھ میں واپس آ گیا۔ اس پر حسب ذیل مغل امرا کی مہریں ہیں:

''کریم الملک ۱۰۹۲ھ سید محمد تقی ۱۱۰۳، قابل خاں خادم شاہ عالمگیر۔''

۲۴۔ کریما یا پند نامہ سعدی: اس کے نسخے کثرت کے ساتھ ملتے ہیں اور متعدد مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ مگر پیش نظر نسخہ خطاطی کے اعلیٰ معیار اور مرصع و مطلا ہونے کی وجہ سے منفرد حیثیت رکھتا ہے۔

۲۵۔ درج الدرر: مولفہ امیر سید اصلِ الدین عبدالرحمٰن عبداللہ بن عبدالرحمٰن الحسینی الشیرازی، متوفی ۸۸۳ھ اس کتاب کا یہ واحد مخطوطہ ہے۔ جو ایک مشہور عالم اور سیرت نگار ملا مسکین ہردی متوفی ۹۰۷ھ، مولف کتاب ''معارج النبوی'' کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کا سنہ کتابت ۸۸۹ھ ہے یعنی مصنف کی وفات سے صرف چھ سال بعد یہ نسخہ حسب ذیل حیثیتوں سے بہت اہمیت رکھتا ہے:

(۱) قدیم ترین نسخہ ہے (۲) اس کا کاتب ایک مشہور مولف اور فاضل ہے (۳) کاتب نے مخطوطہ کے بارہ اجزا میں سے ہر جز کی ابتدا میں اس کی تاریخ تالیف اور مقام تالیف کو واضح طور پر بیان کیا ہے (۵) تین مقامات پر سال کتابت دیا ہے، اور اس کے سرورق پر امانت خاں اور لطف اللہ خاں خانہ زاد شاہ عالمگیر کی مہریں ہیں۔

۲۶۔ شرح ورد التقریب وحزب التوسل: مولفہ مولانا ولی اللہ بن احمد علی الحسینی فرخ آبادی متوفی ۱۲۴۹ھ صاحب نزھۃ الخواطر نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی تصانیف سے متعدد کتابیں گنائی ہیں جن میں سب سے مشہور ''تاریخ فرخ آباد ہے۔ میرے علم کی حد تک یہ اس کتاب کا واحد نسخہ ہے جو ۸۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۲۰۴ھ میں مولف نے اس کی تکمیل کی۔ اس کا اختتام حسب ذیل قطعہ پر ہوتا ہے، جو عقیدت میں ڈوبا ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو:

اے سید انام درود جناب تو ورد زبان ماست مہ و سال و صبح و شام

از بہر توجہ تحفہ فرستیم ما زدور نزدیک ماہمیں صلوۃ است و السلام

اس کے حاشیہ پر خود مولف کے قلم سے حسب ذیل نوٹ ملتا ہے جو قابلِ غور ہے:

''شب ہیز دہم ماہ ربیع الاول ۱۲۳۴ھ بردیا دیدہ شد کہ مولف بحضور مواجہہ روضۂ منورہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سر عجز و نیاز بر زمین نہادہ ایں ابیات می خواند: اے سید انام ...... وازاں جانب بلطف و عنایت ارشاد می شود کہ بنام چہار کساں فاتحہ خواندہ باشد۔ بارے عرض می کند کہ در روضہ مطہرہ منورہ شریفہ جناب سہ کسے است چہارم کدام است؟ ازاں جانب ارشاد می شود کہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔''

۲۷۔ کلیات سعدی: متوفی ۶۹۱ھ یہ ایک قدیم ترین نسخہ ہے جو مولف کے انتقال کے ۳۷ سال بعد لکھا گیا ہے۔ کاتب کا نام جمال سکا کی ہے۔

۲۸۔ مجموعہ کتاب الخواتیم: شیخ سعدی مذکور کی غزلیات کا مجموعہ جو اس لحاظ سے نادر ہے کہ اس کی کتابت ۷۷۵ھ میں ہوئی ہے۔

۲۹۔ دیوان بدر چاچ: بدر چاچ یا بدر شاش فارسی کا مشہور شاعر ہے جس کا انتقال ۷۴۶ھ میں ہوا ہے۔ یہ نسخہ شاعر کے انتقال سے ۱۲ سال قبل کا مکتوبہ ہے جس کی سنہ کتابت ۷۳۲ھ ہے۔

۳۰۔ دیوان حسن سجزی: متوفی ۷۲۷ھ اس کے ترقیمہ میں کاتب کا نام تو مٹا دیا گیا ہے۔ لیکن سنہ کتابت ۸۲۶ھ اس میں صاف نظر آتا ہے۔

۳۱۔ دیوان ابن یمین: فارسی کے مشہور شاعر ابن یمین متوفی ۷۶۹ھ کی غزلیات کا مجموعہ

اس کے دیوان کے بارے میں یہ روایت متواتر ہے کہ جنگ خواف میں وہ ضائع ہوگیا تھا، چنانچہ میر خواند نے ''روضۃ الصفا'' میں اور عبدالرزاق نے ''مطلع السعدین'' میں یہی روایت نقل کی ہے۔ رضا قلی ہدایت مجمع الفصحاء میں لکھتا ہے:

''دیوانش در فتنہ سربداراں از میاں رفتہ۔''

لیکن دوسری طرف یہ بھی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ دیوان ابن یمین کے جو نسخے ملتے ہیں۔ وہ بلاشبہ ابن یمین ہی کے ہیں چنانچہ جہاں تک پیش نظر نسخہ کا تعلق ہے ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں وہ تینوں شعر ملتے ہیں جو شبلی نے اپنی تالیف ''شعر العجم'' میں غلام علی آزاد کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔ وہ شعر یہ ہیں:

تا نسازد فاش پیش مردماں راز ترا　　سرمہ اے دیدہ ہردم اشک غماز مرا

بر آں معشوق طبع آشنائی است　　زخود بیگانہ بودن در رہ عشق

بادہ پرشور نشد تا کہ بمستان نرسید　　عشق تا در دل آدم نہ در آمد نمود

اس کے بعد صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ ابن یمین کا یہ دوسرا دیوان ہے جو پہلے دیوان کے ضائع ہوجانے کے بعد اس نے مرتب کیا ہے۔ اس دیوان کے مطالعہ سے ایک نیا انکشاف یہ ہوتا ہے کہ ابن یمین کے متعدد اشعار معمولی سی تبدیلی کے بعد حافظ شیرازی کے دیوان میں ملتے ہیں۔ مثال کے طور پر چند اشعار پیش کرتا ہوں:

حافظ	ابن یمن
ساقی بنور بادہ برافروز جام ما	سافی بریز جرعہ وصلت بکام ما
مطرب بگو کہ کارِ جہاں شد بکام ما	کز شربت فراق تو تلخ است کام ما

اے باد اگر بکوئے نگارم گذرکنی — اے باد اگر بگلشن احباب بگذری

زنہار عرضہ وہ بسگانش پیام ما — زنہار عرضہ وہ بسگانش پیام ما

شاید برابری نہ کندوردم حساب — ترسم کہ صرفہ نبرد روز باز خواست

نان حلال زاہد و آب حرام ما — نان حلال شیخ ز آب حرام ما

مادیدہ ایم در رخ خوباں جمال حق — مادر پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم

یعنی کہ ہست عین حقیقت مجاز ما — اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما

گذشت توبہ وتقوی ورفت زہد وصلاح — صلاح و توبہ و تقویٰ زما مجو زاہد

بیار بادہ کہ درجام بادہ ہست فلاح — زرند و عاشق و مجنوں کسے نیافت صلاح

سحرم بادہ ز خمخانہ وحدت دادند — واندران ظلمت شب آبحیا تم دادند

اسی سلسلہ میں یہ امر ذہن میں رہے کہ حافظؔ شیرازی ابن یمین کی وفات کے ۲۲ سال بعد تک زندہ رہے۔ اس لیے اس سرقہ کی نسبت حافظؔ ہی کی طرف دی جاسکتی ہے۔

۳۲۔ کلیات عماد فقیہ کرمانی: متوفی ۷۷۳ھ یہ کلیات شاعر کے ہر قسم کے کلام پر مشتمل ہے۔ نسخہ نہایت قدیم ہے۔ اس کے متعدد اوراق کے حاشیہ پر بایزید ملک حسین کے ہاتھ کے لکھے ہوئے حافظ کے اشعار ملتے ہیں۔ ورق ۸۵/الف کے حاشیہ پر حیدر محمد الحسینی کی ایک تحریر مورخہ ۸۸۱ ملتی ہے اور دوسری مورخہ ۸۸۸ھ۔

۳۳۔ دیوان کمال خجندی: متوفی ۸۰۳ھ۔ یہ نسخہ عادل شاہی امیر ملک صندل مصنف برج نورس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ جس کی تاریخ کتابت ۱۰۰۹ھ ہے۔

۳۴۔ دیوان روز بہان صبری: شاہ طہماسپ کے دور کا شاعر ہے۔ میرے علم کی حد تک یہ اس

کے دیوان کا واحد نسخہ ہے۔

۳۵۔ کلیات عرفی شیرازی: متوفی ۹۹۹ھ عرفی کی کلیات کے دو نسخے ملتے ہیں۔ان میں پہلا نسخہ عبدالصمد کا مکتوبہ ہے۔جس کی سنہ کتابت ۱۰۳۶ھ ہے۔یعنی شاعر کی وفات سے ۳۷ سال بعد دوسرے نسخہ کا کاتب محب علی ہے اور سنہ کتابت ۱۰۷۰ھ۔ان میں اول الذکر نسخہ کا مرتب محمد وسیم سراج ہے، جس نے عبدالرحیم خاں خانخاناں کے حکم سے ۱۰۲۶ھ میں اس کو مرتب کیا۔اس پر مآثر رحیمی کے مرتب عبدالباقی کا دیباچہ بھی ہے۔

۳۶۔ کلیات فیضی: متوفی ۱۰۰۴ھ فیضی کے کلام کا یہ قدیم ترین مخطوطہ ہے جس کی سنہ کتابت ۹۹۵ھ ہے۔یعنی شاعر کی وفات سے ۹ سال قبل۔افسوس ہے کہ کسی عقل کل نے اس کو تین حصوں میں الگ الگ عنوانات دے کر مجلد کرا دیا۔جس کی وجہ سے مجھے اس پر بڑی محنت کرنا پڑی۔اس لیے کہ یہ تینوں الگ الگ رکھی ہوئی تھیں۔جب میں نے تینوں کو یکجا کیا تو معلوم ہوا کہ ایک ہی سلسلہ سے ایک ہی کاتب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں اور ایک ہی مسطر ہے۔ایک ہی سائز سنہ کتابت اس کے آخری حصہ میں تھا۔اس کے سرورق پر علی مظفر خاں فدوی محمد شاہ بادشاہ غازی کی مہر ہے۔

۳۷۔ کلیات طالب آملی: یہ نسخہ شاعر کا خود نوشت ہے۔اس لیے کہ اس میں جگہ جگہ اس کے ہاتھ کی اصلاحیں ہیں جو خود شاعر نے اپنے قلم سے کی ہیں۔

۳۸۔ دیوان بیدل: مرزا عبدالقادر بیدل عظیم آبادی، متوفی ۱۱۳۳ھ کے فارسی کلام کا مجموعہ، یہ نسخہ اس لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے کہ شاعر کی زندگی یعنی ۱۰۹۸ھ کا مکتوبہ ہے۔ اس کے سرورق پر انند رام مخلص کی مہر ہے۔مہر کے نیچے یہ عبارت ہے:

"دستخط حضرت بیدل علیہ الرحمۃ فقیر انند رام مخلص از نظر مرزا صاحب گذرانیدہ وایں معنی بصحت رسیدہ۔"

۳۹۔ صولت عثمانیہ: مصنفہ مولوی عبدالحمید ملقب بہ شیریں سخن رنجیت پوری ضلع لکھنو۔ شاھنامہ فردوسی کی بحر میں ایک طویل مثنوی ہے، جس میں حضرت عثمان بن عفان خلیفہ سوم کے دور حکومت کے فتوحات اور اہم واقعات کو نہایت شاعرانہ پیرایہ میں نظم کیا ہے۔ ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی نواب محمد علی آف ٹونک کے حکم سے لکھی گئی تھی۔ اس کی سنہ کتابت ۱۳۰۸ھ ہے اور تعداد صفحات ۴۷۴/ابتدا اس طرح ہے:

"بنام خداوند پاک وصمد۔ خداوند خلق از ازل تا ابد۔"

۴۰۔ مجموعہ رسایل: خواجہ محمد بن خواجہ محمود متخلص بہ فانی متوفی ۱۰۱۶ھ مکتوبہ قبل ۱۱۱۵ھ، یہ مجموعہ حسب ذیل چھ رسایل پر مشتمل ہے۔ اس کے ورق ۳۶/الف پر عبداللہ بن علی العکاشی الطبیب کی ایک تحریر ہے۔ جس کی تاریخ کتابت ۱۱۱۵ھ ہے۔ اس کے نیچے محرر سطور کی مہر ہے۔ اسی سے متصل دائیں طرف صاحب ذخیرہ سید قطب الدین حسن خاں کی تحریر ہے۔

۴۱۔ مفتاح الفیض: مولفہ حسن بن طاہر جونپوری متوفی ۹۰۹ھ یہ نسخہ ۱۱۶۷ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور ۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

۴۲۔ حقیقۃ الحقایق: مولفہ عبدالباقی بن عبدالسلام معروف بہ باقی باللہ متوفی ۱۰۱۴ھ، یہ ایک مختصر رسالہ ہے جو ۱۲۶۰ھ کا مکتوبہ ہے اور چھ صفحات پر مشتمل ہے۔

مولانا آزاد لائبریری میں اس کے تین نسخے ہیں۔ مگر تینوں میں اس کا عنوان "حقیقت تو بسوائے تست" اور مولف کا نام "سید حسن رسول نما" دیا ہوا ہے۔ اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ مولف نے ابتدائے کتاب میں سید حسن رسول نما سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا ہے "حقیقت تو بسوئے تست۔"

۴۳۔ رموزات: مولفہ عبدالجلیل بن عمر الصدیقی لکھنوی متوفی ۱۰۱۰ھ، یہ نسخہ ۱۱۰۱ھ کا مکتوبہ ہے اور ۲۶ صفحات میں ہے۔ پروفیسر ایوانو (340) نے اس کو مجہول المولف لکھا ہے۔

۴۴۔ تفسیر الرموز المعروف بہ کاشف الرموز: مولفہ شاہ محمد امیر مولفہ و مکتوبہ ۱۲۶۵ھ۔ نسخہ بخط مؤلف۔

۴۵۔ شرح سوال کمیل و جواب علی بن ابی طالب: یہ نسخہ قاسم علی اخگر حیدر آبادی نے اپنی تصنیف کے طور پر اپنے ہاتھ سے خوشخط لکھ کر مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کو ھدیہ کے طور پر" بھیجا تھا، لیکن ایوانو (۲: ۱۲۵۰) میں بعینہ اسی عنوان کا ایک رسالہ عبدالرزاق کاشی متوفی ۷۳۰ کی نسبت سے مذکور ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی مخطوطے کی نقل اخگر حیدر آبادی نے اپنی تالیف کے طور پر مولانا مذکور کو ہدیۂ کی تھی۔

۴۶۔ ملفوظات اخی جمشید راجگیر ی: متوفی ۸۴۲ھ؛ مولفۃ یحییٰ بن علی اصغر بن عثمان الحسینی۔ یہ نسخہ ۱۱۷۹ھ کا مکتوبہ ہے اور ۲۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ میرے علم کی حد تک یہ ایک واحد مخطوطہ ہے۔

اخی جمشید نویں صدی ہجری کے اکابر صوفیا میں تھے۔ جلال الدین حسین البخاری سے کسب فیض کیا۔ شیخ ان کو اخی جمشید کہا کرتے تھے۔ چنانچہ یہی ان کا لقب ہوگیا۔ (یہ راجگیر قنوج کے نواح میں ہے)۔

۴۷۔ مکتوبات شیخ مسعود بنام اخی جمشید مذکور: یہ رسالہ ۳۲ صفحات میں ہے۔

۴۸۔ مکتوبات محب اللہ الہ آبادی: متوفی ۱۰۵۸ یہ وہ مکتوبات ہیں جو مولف نے ملا محمود جونپوری متوفی ۱۰۶۲ھ کے نام لکھے ہیں۔

۴۹۔ مکاتیب دارا شکوہ و محب اللہ الہ آبادی: یہ نسخہ اُن مکتوبات پر مشتمل ہے جو دارا شکوہ

نے محب اللہ الہ آبادی کو لکھے تھے اور محب اللہ الہ آبادی نے ان کے جوابات دیے تھے۔ یہ ۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۵۰۔ انیس المحققین فی تاریخ المرشدین المھدیین : مولفہ مولانا غلام علی آزاد بلگرامی متوفی ۱۲۰۰ھ اولیا ہند کے تذکرہ پر مشتمل ایک اہم تالیف۔ یہ مخطوطہ ۱۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

۵۱۔ مبلغ الرجال مولفہ عبید اللہ بن خواجہ محمد باقی باللہ معروف بہ خواجہ کلاں متوفی ۱۰۷۳ھ یہ ایک مختصر مگر معلوماتی رسالہ ہے جو مولف کی زندگی ہی کا لکھا ہوا ہے۔ یعنی ۱۰۶۶ھ۔ اس کے صفحات کی تعداد ۴۷ ہے۔

۵۲۔ تحفۃ الاحباء فی مناقب آل العبا : مولفہ امیر جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ الحسینی المتوفی ۱۰۰۰ھ۔ مکتوبہ ۱۱۱۶ھ۔

۵۳۔ تحفۃ العجایب: یہ رسالہ زکریا بن محمود قزوینی متوفی ۶۳۲ھ کی تالیف ''سبعۃ اقالیم'' کا خلاصہ ہے۔ بابر کے عہد حکومت ۹۲۶ھ میں علی طاہر نے یہ خلاصہ کیا ہے۔ اس کی سنہ کتابت ۱۰۴۲ھ ہے۔

۵۴۔ تحفۃ الہند: مولفہ مرزا جان بن فخر الدین محمد یہ رسالہ ہندوستانی موسیقی، فنون جمیلہ کی مختلف اشکال اور علم قیافہ کے بیان میں ایک نادر رسالہ ہے، جو کوکلتاش نے اپنے فرزند جہاندار شاہ کی تعلیم کے لیے لکھوایا تھا۔ اس کا سنہ کتابت ۱۲۶۴ھ ہے اور تعداد اوراق: ۳۶۹۔

۵۵۔ چہار باب: مولفہ شاہ اہل اللہ بن عبد الرحیم دہلوی متوفی حدود ۱۱۸۷ھ عقاید و اعمال کے بارے میں ایک مختصر رسالہ ہے۔

۵۶۔ کلمۃ الحق: مولفہ غلام یحییٰ بہاری متوفی بعد ۱۱۸۴ھ۔ یہ رسالہ مسئلہ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی بحث میں ہے۔ اس کے پہلے صفحہ کی پیشانی پر ترچھی لائنوں میں مرزا مظہر جان

جاناں کی توقیع ہے جو انھوں نے اس رسالہ پر تحریر کی ہے۔ صاحب تذکرہ علماء ہند (۳۷۴) نے مولف مذکور کا سنہ وفات ۱۱۸۰ھ دیا ہے، لیکن یہ اس بنا پر صحیح نہیں مانا جاسکتا کہ اس رسالہ کا سنہ تصنیف جو مولف نے دیباچہ میں دیا ہے ۱۱۸۴ھ ہے۔ دفع الباطل مولفہ شاہ رفیع الدین اسی رسالہ کی رد میں ہے۔

۵۷۔ جامع الحقایق: مولفہ شاہ محمود اورنگ آبادی متوفی ۱۱۷۵ھ یہ کتاب شاہ مسافر غجدوانی کے سوانح حیات پر مشتمل ایک واحد نسخہ ہے۔ مولانا حبیب الرحمان خاں شروانی اس نسخہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اس کتاب کا اصل نسخہ مکتبہ حضرت بابا شاہ مسافر قدس سرہ بہ مقام اورنگ آباد تھا۔ وہاں سے میں نے لے کر اس کو پڑھا اور پڑھ کر حیدر آباد میں نقل کرائی۔" اس کے نیچے مولانا کے دستخط ہیں۔

۵۸۔ حدایق الیقین فی فضایل امام المتقین: دیباچہ میں مولف نے کسی مقام پر اپنا نام نہیں دیا۔ البتہ ورق ۱۰ اب پر سلطان ابوالمظفر شاہ طہماسپ صفوی (۹۳۰-۹۴۹ھ) کا ذکر اس نے "ایدہ اللہ تعالیٰ" کے الفاظ کے ساتھ کیا ہے۔ اس سے اتنا ضرور معلوم ہوجاتا ہے کہ مولف ۱۰ ویں صدی ہجری کے فضلا میں تھا۔ صاحب الذریعہ (۶: ۲۹۲) نے اس کتاب کا مولف ملا ابوطالب الاستر آبادی، متوفی ۹۸۴ھ کو لکھا ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ مصنف کا نام اس میں مذکور نہیں ہے۔

۵۹۔ خیر الکلام: مولفہ عبدالواحد بن محمد سعید خازن متوفی ۱۰۷۰ھ یہ رسالہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی پر اعتراضات کی رو میں ہے۔

۶۰۔ درود طوسی معہ دعائے اعتصام: مولفہ شیخ نصیرالدین المحقق الطوسی متوفی ۶۷۲ھ۔ اس کے اوراق کی تعداد ۲۱ ہے۔ بین السطور ترجمہ فارسی۔

اصل نسخہ پر کسی مقام پر اس کا کوئی عنوان نہیں دیا گیا۔ لیکن دراصل یہ چودہ درودوں کا مجموعہ ہے۔ جو چہار دہ معصومین (نزد شیعہ) یعنی حضرت رسول خداؐ حضرت فاطمہ زہراؓ اور حضرات ایمہ اثنا عشرؑ سے مخصوص ہیں۔ اس کے نسخے مختلف کتابخانوں میں الگ الگ عنوانات کے ساتھ ملتے ہیں۔ چنانچہ خدا بخش لائبریری کے فہرست نگار نے اس کو اعتقاد دوازدہ امام کے عنوان سے دیا ہے۔ دیکھیے ۲۴۷: ۷۸، بہار لائبریری (۲: ۷۷) نے اس کو دعاء دوازہ امام کے عنوان سے مجہول المولف لکھا ہے۔ برلن (۲: ۳۶۴۹) میں یہی درود ''دعاء اعتصام'' کے عنوان سے مجہول المولف ہے، لیکن اس کا صحیح اور جامع عنوان جیسا کہ ہم نے دیا ہے ''درود طوسی'' ہے۔ اس کی ابتدا میں ایک مختصر دعا ہے، جو دعائے اعتصام کہلاتی ہے اس کے بعد چودہ درود ہیں۔ چنانچہ بعض نسخوں میں یہ درود مع دعاء اعتصام کے ملتا ہے اور بعض نسخوں میں بغیر دعا کے اسی درود کے ایک دوسرے نسخے کو کاتب نے ابن العربی کی تالیف قرار دیا ہے۔

۶۱۔ رشحات عین الحیاۃ: مولفہ ملا حسین واعظ کاشفی متوفی حدود ۹۳۹ھ اس کے متعدد نسخے مختلف کتابخانوں میں پائے جاتے ہیں، لیکن یہ نسخہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ حیدر علی سلطان میسور کے کتبخانے میں رہا ہے۔ لیکن زوال میسور کے بعد یہ فروخت ہوگیا اور مختلف وسالیط سے گذرتا ہوا مولانا آزاد لائبریری تک پہنچا۔

۶۲۔ شرح قصیدہ لامیہ: حضرت علی بن ابی طالب کی منقبت میں حزین، متوفی ۱۱۸۰ھ کا یہ ایک مشہور قصیدہ ہے۔ اس کے شارح بھی وہی ہیں۔ پروفیسر ایوانو نے اس قصیدہ کا مولف حضرت علی کو لکھا ہے جو بالکل غلط ہے۔

۶۳۔ شوکت حیدری: مولفہ حیدر شکوہ ابن عم بہادر شاہ ظفر۔ حضرت علی بن ابی طالب کی منقبت میں یہ ایک مثنوی ہے۔ اس کا سنہ تالیف حسب ذیل شعر سے ۱۲۷۰ھ برآمد ہوتا ہے:

"رقم کردہ ام حیدرایں سال نظم۔ ابر دنو اصب شدہ مثنوی"۔

۶۴۔ کشف الحقایق: مولفہ عزیز بن محمد النسفی، متوفی ۶۶۱ھ مکتوبہ ۱۰۰۹ھ اس کا ایک نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال میں محفوظ ہے۔ مگر اس کی ابتدا اس سے قدرے مختلف ہے۔ لیکن عنوانات سب وہی ہیں جو پیش نظر نسخے میں۔

۶۵۔ مجموعہ عالمگیری: مولفہ عبدالخالق بن عطاء اللہ الھر وی (۱۱۰۹ھ)۔ یہ ۶۵۰ صفحات پر مشتمل ایک معلوماتی تالیف ہے۔ جو تین مقاصد پر مشتمل ہے۔ اس کے پہلے دو مقصد سیرت، تذکرۂ خلفاء اربعہ وصحابہ کرام واہل بیت بشمول ایمہ اثناعشر کے تذکرہ پر مشتمل ہیں۔ دوسرے مقصد کی قسم ثانی صوفیہ کرام کے حالات اور صوفی عقاید کے بیان میں ہے۔ تیسرا اذکار کار صوفیا کے بیان میں۔ یہ نسخہ مولف کا خودنوشت ہے۔

رجسٹر میں اس کا اندراج مقاصد ثلاثہ کے عنوان سے ہے۔ اس لیے کہ پوری کتاب تین مقاصد پر مشتمل ہے۔

۶۶۔ مجموع سلطانی مجہول المولف: اس نسخہ کا کاتب شیخ محمد ہے اور سنہ کتابت ۱۰۸۴ھ پوری کتاب ۱۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ جو فقہ کے پیچیدہ مسائل کے بیان میں ہے۔ اس کے مقدمہ میں کہا گیا ہے کہ یہ کتاب سلطان محمود غزنوی (۳۰۸-۴۲۱) کے حکم سے فقہا کی ایک جماعت نے مرتب کی تھی۔ لیکن اصل کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی زبان خالص متاخرین کی زبان ہے اور وہ بھی ہندوستانی طرز کی۔ اس بنا پر اس کو کسی طرح محمود غزنوی کے زمانہ کی تالیف نہیں قرار دیا جاسکتا۔

۶۷۔ مجموعہ ترکیب بند، قصاید ومثنویات: یہ مجموعہ مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ دہلوی کے تراکیب بند اور قصاید ومثنویات پر مشتمل ہے۔ غالبؔ کے فارسی کلام کا یہ مجموعہ اس حیثیت سے بالکل نادر ہے کہ اس میں متداول قصاید ومثنویات سے کافی اختلاف ہے۔ ہندستان کے مشہور

محقق اور ناقد قاضی عبدالودود صاحب نے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد غالبؔ پر ایک مقالہ بھی لکھا تھا۔ اس مجموعہ میں سب سے پہلا ترکیب بند۔ مولانا السید حسین بن السید ولدار علی نصیر آبادی لکھنو کی وفات پر لکھا تھا۔

۶۸۔ مخزن الغرایب: مولفہ احمد علی الہاشمی ولد شیخ غلام محمد بن مولوی محمد حاجی یہ کتاب قدیم و جدید شعرا کے حالات میں ایک جامع تالیف ہے۔ پروفیسر Ethe اس مخطوطہ کے مولف کے بیان میں ایک بڑے تسامح کا شکار ہوئے ہیں۔ انھوں نے مولف کا نام تو صحیح دیا ہے لیکن اس کے باپ کا نام وہ فضیلت مآب لکھتے ہیں ۔ حالاں کہ یہ لفظ نام سے قبل ایک لقب کے طور پر آتا ہے اور اس کے بعد مولوی محمد حاجی بھی ہے۔ اس کا سنہ کتاب ۱۲۲۴ھ ہے۔ (ڈاکٹر محمد باقر نے اس کو مرتب کر کے ''ش'' تک شائع کرادیا ہے)۔

۶۹۔ مطالع الہند: مولفہ سلامت علی خاں طبیب بن محمد عجیب ملقب بہ حذاقت خاں یہ تالیف فلسفہ اولی و طبیعیات ، علم ہندسہ، علم حساب، علم ہیئت ، علم موسیقی نیز ہندستان کی بعض رسوم و عادات کے بیان میں ہے۔

۷۰۔ معارف العوارف: عوارف المعارف مولفہ شیخ شہاب الدین عمر بن محمد السہر وردی۔ متوفی ۶۳۲ھ کا فارسی ترجمہ۔ مترجم کا نام ورق ۲ ب پر ابن علی بزغش عبدالرحمٰن مذکور ہے۔ یہ نسخہ ۸۹۱ھ کا مکتوبہ ہے۔

نوٹ: سہر وردی کے بارے میں اکثر ارباب علم کو دھوکا ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں یہ عرض کردوں کہ اس لقب کے تین بزرگ ہوئے ہیں۔ ایک ''آداب المریدین'' کے مولف جن کا انتقال ۵۶۴ھ میں ہوا ہے۔ دوسرے شہاب الدین یحییٰ بن جبش مولف ''حکمۃ الاشراق'' جن کو شیخ مقتول بھی کہا جاتا ہے۔ تیسرے ''عوارف المعارف کے مولف۔''

۷۱۔ مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز: محمود شبستری متوفی ۷۲۰ھ کی مشہور مثنوی گلشن راز کی شرح جس کا شارح محمد بن یحییٰ نور بخشی متوفی ۹۱۲ھ ہے۔اس کا سنہ کتابت ۸۸۰ھ ہے۔یعنی شارح کی وفات سے ۳۲ سال قبل اور سنہ تالیف سے تین سال بعد۔

۷۲۔ ملفوظات تیموری یا واقعات تیموری: امیر تیمور کی خود نوشت سوانح عمری جو ترکی سے فارسی میں منتقل ہوئی۔مترجم کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔یہ ترجمہ ۱۰۴۷ھ میں شاہ جہاں بادشاہ کو پیش کیا گیا تھا۔

۷۳۔ ملفوظات خواجہ خورد: خواجہ عبداللہ بن عبدالباقی نقشبندی ملقب بہ خواجہ خورد، متوفی ۱۰۷۵ھ کے ملفوظات کا مجموعہ۔اس کی سنہ کتابت ۱۱۱۱ھ ہے یعنی صاحب ملفوظات کی وفات سے ۳۶ سال بعد۔

۷۴۔ ملفوظات شاہ وجیہ الدین گجراتی علوی: متوفی ۹۱۱ھ مکتوبہ شیخ بہادر بن دولت خاں۔ سنہ ۱۰۹۴ھ تعداد اوراق: ۱۴۔

۷۵۔ مناقب فخریہ: مولفہ عماد الملک غازی الدین خاں فیروز جنگ نظام۔یہ رسالہ مشہور صوفی فخر الدین اورنگ آبادی کے مناقب کے بیان میں ہے۔اس کا سنہ تالیف ''جمع مناقب فخریہ'' سے ۱۲۰۱ھ نکلتا ہے۔یہ نسخہ ۱۲۸۴ھ کا لکھا ہوا ہے۔

اس کتاب کے بارے میں اہل علم حضرات کو یہ بتادوں کہ اس کا مولف بہت معمولی پڑھا لکھا تھا اور مولانا کے مریدوں میں تھا۔اس نے اپنے پیر کے مناقب اور کرامات میں ایسی ایسی دوراز کا باتیں لکھی ہیں جو کسی طرح عقل میں نہیں آسکتیں۔پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی تصنیف ''تاریخ مشائخ چشت'' میں اس کے بہت حوالے دیے ہیں۔اسی کا ایک دوسرا نسخہ ہے۔جس میں مترجم کا نام افضل بخاری ہے اور کاتب ہدایت اللہ سنہ کتابت ۱۲۲۰ھ اس کے ابتدائی دو صفحات مطلا و مذہب ہیں۔

۷۶۔ عماد السعادۃ: مولفہ غلام علی خاں نقوی بن سید محمد اکمل خاں۔ یہ نوابان اودھ کی تاریخ ہے۔ جو ابتدائے سے ۱۲۳۳ھ تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔

۷۷۔ ہفت احکام: مولفہ محب اللہ بن مبارز الہ آبادی، متوفی ۱۰۵۸ھ۔ تصوف کے مسایل پر۔ مشتمل ایک علمی تالیف۔ یہ پورا رسالہ ۱۲۴ صفحات میں ہے۔

۷۸۔ صبح صادق: مولفہ مرزا محمد صادق، صادق اصفہانی متوفی ۱۰۴۳ھ/۱۶۵۱ء یہ تاریخ کی ایک قابل ذکر کتاب ہے جو ابتدائے آفرینش سے شاہجہاں بادشاہ کے عہد تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ پوری کتاب چار جزا میں ہے۔ پیش نظر نسخہ اس کا تیسرا حصہ ہے، جو بے حد نایاب ہے۔ پروفیسر ریو (۸۸۹/۳) کی اطلاع کے مطابق یہ جز دفتر وزارت لندن کے کتب خانہ کے علاوہ کہیں موجود نہیں۔

۷۹۔ مرآۃ آفتاب نما: مولفہ عبدالرحمن مخاطب بہ شاہ نواز خاں دہلوی۔ اس کا سنہ کتابت ۱۲۱۹ھ ہے۔ یعنی سنہ تصنیف کے صرف ۲ سال بعد۔ اس کے اور نسخے بھی پائے جاتے ہیں، لیکن یہ نسخہ سب سے قدیم ہے۔

۸۰۔ حقیقت ہائے ہندوستان: مولفہ لچھمی نرائن شفیق اورنگ آبادی۔ اس کا سنہ تصنیف ۱۲۰۴ھ ہے اور سنہ کتابت ۱۲۰۸ھ۔ نسخہ مصنف کی نظر سے گذر چکا ہے۔ چنانچہ اس کی تحریر اور دستخط اس پر موجود ہیں۔

۸۱۔ تاریخ حقی : مولفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ۔ ہندوستان کی یہ ایک مختصر تاریخ ہے۔ جو معزالدین محمد بن سام متوفی ۶۰۲ھ سے عہد اکبری تک کے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔ نسخہ کا سنہ کتابت ۱۰۳۰ھ ہے، یعنی مولف کی وفات سے ۲۲ رسال قبل۔

۸۲۔ حال نامہ بایزید انصاری: مولفہ علی محمد بن ابوبکر قندھاری ۔ بایزید عہد اکبری کے

مشہور بزرگ تھے اور پیر روشن ضمیر کے لقب سے مشہور تھے۔ یہ کتاب روشنیہ تحریک کی بہترین تاریخ ہے۔

۸۳۔ تاریخ گزیدہ: مولفہ خواجہ حمداللہ مستوفی۔ اصل نسخہ کے پہلے صفحہ پر عہد اکبر کے مشہور شاعر ابوالفیض فیضی کی تحریر معہ دستخط اور مہر ثبت ہے۔ تحریر یہ ہے:

''مالک ھذا التاریخ النجیب بالھبۃ الصحیحۃ الصریحۃ ابوالفیض فیضی۔''

اسی صفحہ پر دوسری جگہ اس کے دستخط ہیں۔ اس پر ایک مہر محمد اسحاق کی بھی ہے جس کی عبارت یہ ہے: ''تابع شرع محمد اسحاق''۔ یہ نسخہ سائنٹیفک سوسائٹی اور سر سید احمد خاں کے پاس بھی رہا ہے اور دونوں کی مہریں ہیں۔

۸۴۔ طبقات اکبری: مولفہ خواجہ نظام الدین احمد بخشی۔ اس کا کاتب عبدالحق قریشی ہے، اور سنہ کتابت ۱۰۰۳ھ بحیات مولف۔

۸۵۔ جمعات شاھیہ: مصنفہ شاہ عالم، سید محمد بن عبداللہ (۸۷۶ھ/۱۴۷۱ء) افسوس ہے کہ اس کا کوئی مکمل نسخہ نہیں۔ ذخیرہ آفتاب میں اس کی صرف چھٹی جلد ہے، جو ۳۷ جمعات پر مشتمل ہے۔ درمیان میں ورق ۱۲۴ سے ۲۳۱ تک مختلف شجرے ہیں، جو سب کے سب مولف کتاب سے ملتے ہیں۔ صاحب تذکرہ علمائے ہند نے اس کا مولف سید مقبول عالم احمد آبادی گجراتی کو لکھا ہے جن کا سنہ وفات ۱۰۴۵ھ/ ۱۶۳۵ء ہے۔ لیکن کتاب کا سنہ تصنیف ۸۷۶ھ/۱۴۷۱ء دیتے ہیں۔ گویا مولف کی وفات سے ۱۶۹ سال قبل جو کسی طرح صحیح نہیں۔

۸۶۔ خمسہ نظامی: نظامی گنجوی متوفی ۵۳۵ھ/۱۱۴۱ء کی پانچ مثنویوں کا مجموعہ۔ جس کا سنہ کتابت ۹۶۳ھ/ ۱۵۵۵ء ہے۔ تعداد اوراق ۳۸۰۔ اس کے ابتدائی دو صفحات مطلا و مذہب ہیں۔ خط نہایت پاکیزہ۔ ایرانی طرز کی سات تصاویر ہیں۔ اس کے سرورق پر ممتاز حسین

جونپوری کی حسب ذیل تحریر ہے:

''میں نے اس کتاب کو دیکھا۔ یہ ایرانی خوشنویس اور مصور کے زور قلم کا یادگار نمونہ اور نادر الوجود چیز ہے۔''

ممتاز حسین جونپوری ۱۴/اگست ۱۹۴۳

اس کے نیچے مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی کی ایک تحریر ہے جس میں انھوں نے اس نسخہ کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔

آخر میں ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے ایسے مخطوطات کا بھی تعارف کرادوں، جو تیرھویں صدی ہجری میں سنی شیعہ اختلافی مباحث پر لکھی گئی ہیں۔ یہ تالیفات اگرچہ بنیادی طور پر مناظرہ کی ہیں۔ مگر ان کے مولفین نے بڑی عرق ریزی کی ہے اور تحقیقات کے دریا بہائے ہیں۔ آج اگر یہ تمام لٹریچر مہیا ہو جائے تو ریسرچ اسکالرس کو بہت بڑی سہولت ہو جائے گی۔ دوسرا فائدہ ان کا یہ بھی ہے کہ آج کے ذہن ان کے مطالعہ سے ایک دوسرے کے بہت قریب آسکتے ہیں۔ اب اگرچہ رجحانات تیزی سے بدل رہے ہیں پھر بھی ہمیں اپنے اسلاف کے کارناموں کو بھلانا نہ چاہیے۔

۸۷۔ اجوبہ اسئلہ عشرہ: مولفہ شاہ عبدالعزیز دہلوی۔ یہ رسالہ ان دس سوالات کے جواب میں ہے جو سنی اور شیعوں کے درمیان کچھ اختلافی مسایل سے متعلق ہیں۔ مثلاً روافض، قاذف عایشہ، امامت تفضیلیہ سب مردان وغیرہ۔ اس کے آخر میں سورۂ علی معہ ترجمہ وتفسیر اردو مذکور ہے۔

تفضیلیہ سے مراد وہ فرقہ ہے جو پہلے تین خلفا پر حضرت علی کو ترجیح دیتا ہے۔ باقی تمام عقاید میں اہل سنت سے متفق ہے۔

۸۸۔ رسالہ در رد شیعہ از مولف مذکور: رسالہ میں مصنف کا نام کسی مقام پر مذکور نہیں۔ نہ اصل متن میں نہ دوسرے کتابیاتی مصادر میں لیکن مصنف نے درمیان میں اپنی ایک تالیف ''تفسیر فتح العزیز'' کا حوالہ دیا ہے، جس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے مولف بھی یہی شاہ عبدالعزیز ہیں۔ اس کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ رسالہ انھوں نے اپنی مشہور تصنیف ''تحفہ اثنا عشریہ'' کے بعد لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تحفہ سے ان کے دل کی پوری طرح تشفی نہیں ہوئی تھی۔ اسی عنوان کا ایک رسالہ شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی کا بھی ہے۔

۸۹۔ فتویٰ تعزیہ داری از مولف مذکور: یہ رسالہ تعزیہ داری کے عدم جواز پر ہے جو ۱۲۴۴ھ کا مکتوبہ ہے۔

۹۰۔ جواب استفتا از ابو اسماعیل دہلوی: یہ رسالہ اس استفتا کا جواب ہے جو ایک شیعہ مجتہد نے کیا تھا۔

۹۱۔ نزہۃ اثنا عشریہ: مولفہ مرزا محمد بن عنایت احمد خاں شہید رابع متوفی ۱۲۳۵ھ، مکتوبہ سید ابوالقاسم، امداد حسین ابن حسن خاں، سنہ کتابت ۱۲۷۵ھ بمقام بلگرام۔

نزھہ کی یہ پہلی جلد ہے جو تحفہ اثنا عشریہ کے باب اول کا جواب ہے، جس میں انھوں نے مذہب شیعہ کے حدوث پر بحث کی ہے۔ اس کی نویں جلد تحفہ کے باب نہم (فقہیات) کا جواب ہے۔ یہ دونوں جلدیں قطب الدین، کلکشن مولانا آزاد لائبریری میں محفوظ ہیں۔ اس کی مکمل نو جلدیں ۱۲۵۵ھ میں کلکتہ سے شائع ہوئی تھیں۔ مگر اب بالکل نایاب ہیں۔

۹۲۔ رجوم الشیاطین: مولفہ امیر احمد علی احمد کالپوری۔ یہ کتاب سابق الذکر کتاب ''نزھۃ اثنا عشریہ کے باب نہم کی رد میں ہے۔ نسخہ میں اول و آخر کسی مقام پر مولف کا نام مذکور نہیں، لیکن رد شیعیت میں اس عنوان کی صرف ایک ہی کتاب ہے، جس کے مولف امیر علی کالپوی ہیں۔ صاحب الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند نے مولف کا نام افراد علی کالپوی دیا ہے۔

۹۳۔ بارقہ ضیغمیہ: مولفہ سلطان العلما السید محمد بن السید دلدار علی لکھنوی متوفی ۱۲۸۴ھ اس کا سنہ کتابت ۱۲۳۶ھ ہے یعنی مولف کی وفات سے ۴۶ سال قبل۔ یہ کتاب متعتین یعنی متعۃ الحج ومتعۃ النساء کی بحث میں ہے جو ''تحفہ اثناعشریہ'' کی رد میں ہے۔

۹۴۔ صولت غضنفر یہ وشوکت عمریہ ملقب بہ کرہ صفدریہ: مولفہ رشید الدین خان شاگرد صاحب ''تحفہ اثناعشریہ'' یہ سابق الذکر تصنیف بارقہ ضیغمیہ کی رو میں ہے۔ مولف نے اپنی اس تالیف میں ان احادیث کی تاویل کی ہے۔ جو ''متعۃ النساء'' کے جواز میں کتب اہل سنت میں وارد ہوئی ہیں۔ اس کی تردید اولاً مفتی محمد قلی متوفی ۱۲۶۰ھ نے لکھی جس کا نام ''الشعلۃ الظفریہ'' ہے۔ اس کے بعد مصنف مذکور نے اس کا ایک دوسرا جواب لکھا۔ اسی جلد میں اسی مصنف کی دوسری کتاب برق خاطف ورعد قاصف شامل ہے جو واقعہ افک سے متعلق کچھ مباحث پر مشتمل ہے۔ دوسری کتاب ''ذوالفقار'' مصنفہ السید دلدار علی نصیر آبادی لکھنوی ہے، جو ''تحفہ اثناعشریہ'' کے بارہویں باب کا جواب ہے۔ جس میں شاہ عبدالعزیز نے تولا اور تبرا پر بحث کی ہے۔

۹۵۔ شواہد فدکیہ: مولفہ السید اکرم علی متوفی ۱۲۵۰ھ۔ یہ کتاب مصنف نے سلامت علی بنارسی کی تبصرہ المسلمین کے مبحث فدک کی رد میں لکھی ہے۔ اس کا سنہ تالیف حسب ذیل شعر سے ۱۲۳۷ھ برآمد ہوتا ہے:

ذوالفقار امام اول خواں سرطاغی و ذوالفقار علی

۹۶۔ صوارم الھیات ج ۲: مولفہ السید دلدار علی، یہ کتاب تحفہ کے باب پنجم (الھیات) کی رو میں ہے جو ۱۲۴۵ھ میں کلکتہ سے چھپی تھی مگر اب بالکل نایاب ہے۔ اس مخطوطہ کی سنہ کتابت ۱۲۸۸ھ ہے اور تعداد صفحات ۴۲۶ ہے۔

۹۷۔ رسالہ بجواب مکتوب عاشق علی خاں شیعی درباب خطبہ شقشقیہ: خطبہ شقشقیہ حضرت علیؑ

کا ایک مشہور اور محل بحث خطبہ ہے۔ یہ رسالہ اسی خطبہ پر عاشق علی خاں کے دلایل کی رد میں ہے۔

۹۸۔ حسام الاسلام: مصنفہ مولانا دلدار علی مذکور یہ کتاب ''تحفہ'' کے باب ششم (نبوت) کی رد میں ہے۔

۹۹۔ بصارۃ العین: مولفہ ابو اسماعیل دہلوی۔ یہ رسالہ سلطان العلماء سید محمد کی تالیف ''ثمرۃ الخلافہ'' کے جواب میں ہے جس میں مولف نے یہ ثابت کیا ہے کہ ''حسین کا قتل جائز ہے اور یزید کی خلافت حق ہے۔'' ابو اسماعیل دہلوی نے اس رسالہ میں اس کی تردید کی ہے۔

۱۰۰۔ کشف الشبہہ عن حکم المتعہ:: مولفہ احمد بن علی بن محمد باقر البہبانی متوفی ۱۲۳۵ھ۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے جو تحفہ کے مبحث متعہ کی رد میں ہے۔ اسی جلد میں اس کا جواب بھی شامل ہے، جس کے مولف کوئی فاضل ظہور الحق ہیں۔ اس کا عنوان ''جواب کشف الشبہہ عن حکم المتعہ'' ہے۔ اس کے سرورق پر اسی کاتب کے قلم سے حسب ذیل دو شعر ملتے ہیں:

ظہور الحق اگرچہ مفسدم خواند چراغ کذب رانبود فروغی
بگویم مصلحش بہر مکافات دروغی راجزا باشد دروغی

اس کے بعد ۱۲ صفحات پر مشتمل آخر الذکر رسالہ کی تردید ہے۔ جس کا عنوان ہے ''جواب ایرادات کشف الشبہہ عن حکم المتعہ۔

۱۰۱۔ مرآۃ الاحوال جہاں نما ایک نہایت مفید اور معلوماتی تالیف ہے، خصوصاً ہندوستان کی تاریخ کے سلسلے میں یہ ایک اہم ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے جو ابھی تک اہل علم کے سامنے نہیں آئی۔ میری تحقیق کی حد تک دنیا کے مختلف کتاب خانوں میں اس کے صرف پانچ نسخے پائے جاتے ہیں: دو خدا بخش لائبریری پٹنہ میں۔ ایک مولانا آزاد لائبریری مسلم یونی ورسٹی علی

گڑھ میں، ایک انڈیا آفس میں اور ایک ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال میں۔

اس کا مولف تیرھویں صدی ہجری کا ایک فاضل اور سیاح احمد بن محمد علی بن محمد باقر البہبہانی ہے، جس کی ولادت ۱۱۹۰ھ میں کرمانشاہ میں ہوئی اور ۱۲۲۰ھ میں وہ مختلف ممالک کی سیاحت کرتا ہوا ہندوستان آیا اور عظیم آباد (پٹنہ) میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔

صاحب اعیان الشیعہ (۱۰:۳۵) اور مولف اعلام الشیعہ (۲:۱۰۰) نے اس مولف کی حسب ذیل چھ تصانیف کے نام دیے ہیں:

۱-عقدالجواہرالحسان ۲- مناقب الایمہ و اثبات عصمتہم و امامتہم
۳-الرسالۃ الفیضیہ فی التاریخ ۴-رسالہ فی الردعلی من حرم المتعۃ
۵-تفسیر القرآن ۶-ربیع الازہار

صاحب کشف الحجب والاستار اعجاز حسین کنتوری نے اس کی صرف دو تصانیف کے نام دیے ہیں: ۱-رسالہ فی موالید الایمہ و وفیاتہم ۲- تنبیہ الغافلین۔ان تینوں فضلا کے یہاں زیرنظر تالیف کا کہیں ذکر نہیں ملتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سامنے اس کتاب کا کوئی نسخہ نہیں رہا ورنہ کم از کم اس کی ان تمام تالیفات کے نام ضرور دیتے، جن کی فہرست مولف نے اس کتاب کے خاتمہ میں دی ہے۔

مقدمہ میں مولف لکھتا ہے کہ ناسازگار حالات اور حوادث زمانہ نے جب مجھے اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور کیا اور مختلف ممالک کا سفر کرتا ہوا ہندوستان آیا اور یہاں کے مختلف شہروں کی سیاحت کی تو مجھے خیال ہوا کہ اس کے تمام مشہور شہروں اور اہالی کے حالات، تہذیب وتمدن اور اعیاد وعبادات کو قلم بند کروں۔اسی سلسلہ میں وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ میرے ایک عزیز فاضل مرزا حیدر علی بن میرزا عزیز اللہ اصفہانی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی تھی، لیکن اولاً تو وہ نہایت مختصر تھی، ثانیاً ان اعلام اور فضلا کے تذکرے سے بھی خالی تھی جو کتاب کی تالیف کے

بعد نمودار ہوئے۔ اس کے علاوہ اُن اعلام کے تذکرہ سے اس میں صرف نظر کیا گیا تھا جن کے حالات مولف کو بُعدِ مسافت کی بنا پر نہ مل سکے۔ لہٰذا اس تالیف کی ضرورت پیش آئی۔

اس کی پہلی جلد جیسا کہ مولف نے لکھا ہے۔۔ پانچ مطالب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مطلب اول میں مولف نے علامہ محمد تقی مجلسی الاصفہانی اور ان کے اخلاف و احفاد کا ذکر کیا ہے۔ مطلب دوم میں ان کے فرزند علامہ محمد باقر مجلسی مصنف بحارالانوار اور ان کے اخلاف و تلامذہ کے حالات ہیں۔ مطلب سوم ملا محمد صالح مازندرانی شارح اصول کافی اور شیخ بہاء الدین عاملی نیز دیگر علما کے حالات میں ہے۔ مطلب چہارم مولف نے اپنے جد امجد ملا محمد باقر بن محمد اکمل البہبہانی کے حالات اور ان کے آثار کے بیان کے لیے وقف کیا ہے۔ مطلب پنجم میں، جو تقریباً ایک تہائی کتاب پر مشتمل ہے۔ مولف نے اپنے حالات اور یادداشتیں قلمبند کی ہیں جو حسب ذیل تین مقاصد پر مشتمل ہے۔

مقصد اوّل: در حالات مؤلف از بدو ولادت تا ورود جزیرہ بمبئی یعنی ۱۱۹۰ھ سے ۱۲۲۰ھ تک

مقصد دوم: در حالات مولف از ورود جزیرہ بمبئی تا اختتام تالیف کتاب یعنی ۱۲۲۰ھ سے ۱۲۲۵ھ تک۔ اسی ذیل میں اس نے ہندوستان کے مختلف شہروں اور وہاں کے باشندوں، ان کے رسوم اور رائج تہذیب کا ذکر کیا ہے۔

مقصد سوم میں انگریزوں کی آمد اور ہندوستان میں ان کے تسلط کا تفصیلی بیان ہے۔ اسی سلسلہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا بھی ذکر ہے۔ خاتمہ میں مولف نے اپنی تصانیف اور ان اجازوں کی طویل فہرست دی ہے جو علمائے ایران و عراق نے اس کے لیے لکھے تھے۔

تصانیف:

۱۔ حاشیہ صمدیہ مسمّٰی بہ محمودیہ: یہ شیخ بہاء الدین عاملی کی ''الفوائد الصمدیہ'' کا حاشیہ ہے۔

۲-رسالہ نور الانوار   بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی شرح

۳-در الغرویہ فی اصول الاحکام الالٰہیہ

بانکی پور کے کٹیلاگر نے اس کا عنوان ''دور دالغرویہ فی الاحکام الالٰہیہ'' ہے جولفظاً اور معناً کسی حیثیت سے صحیح نہیں۔ ممکن ہے وہاں کے مخطوطہ میں نام اسی طرح ہو اور کٹیلاگر نے بعینہٖ نقل کر دیا۔

۴-شرح المختصر النافع   از اول تا بحث اغسال

۵-رسالہ قوت لایموت

۶-رسالہ جواب مسایل مرشد آباد

۷-ربیع الازہار

۸-جزو اول کتاب مخزن القوت شرح قوت لایموت

۹-رسالہ تحفۃ المومنین

بانکی پور کے کٹیلاگ میں اس کا عنوان 'تحفۃ المحبین' ہے لیکن اپنے موضوع کے لحاظ سے 'تحفۃ المومنین' زیادہ بہتر ہے، اس لیے کہ یہ رسالہ ایمہ طاہرین کے فضائل اور حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل کے اثبات میں ہے۔

۱۰-جواب مسائل فیض آباد

۱۱-تاریخ نیک و بد ایام

۱۲-تاریخ ولادت و وفات سادات اطہار

۱۳-عقد الجواہر الحسان

۱۴-تنبیہ الغافلین

۱۵-رسالہ کشف الریب والمین عن حکم صلوۃ الجمعۃ والعیدین

بانکی پور کے کٹیلاگ میں یہ کشف الریب والمتین چھپ گیا ہے جو ٹائپ کی غلطی ہوسکتی ہے۔

۱۶-کشف الشبہہ عن حکم المتعہ

۱۷-تحفہ الاخوان

۱۸-جدول احکام شکیات

ان میں خط کشیدہ صرف چار عنوانات وہ ہیں جن کا ذکر اعیان الشیعہ اور کشف الحجب میں ملتا ہے۔

اس کتاب کا سنہ تکمیل ربیع الاول ۱۲۲۵ھ ہے جیسا کہ حسب ذیل ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے۔

"قدوقع الفراغ من تسوید المجلد الأول من کتاب مرآة الاحوال فی بلدة عظیم آباد مِن توابع بهار فی الشهر الثالث من السنة الخامسه من العشر الثالث من المأته الثالثه من الالف الثانی من الهجرة النبویه علی مهاجر هاالالف ثناء و تحیة"

ترقیمہ کاتب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کتابت نواب بابو دھرم نرائن کے لیے کی گئی تھی۔ کاتب نے اپنا نام ہمت سنگھ دیا ہے۔ سنہ کتابت مذکور نہیں۔

کتاب کا مکتوبی سائز:۱۲x۹ انچ ہے۔ خط نستعلیق نہایت صاف اور واضح، سطر ۱۷، ۱۹

ابتدا : الحمد للهِ الذی جعل العلماء ورثة الانبیاء و فضل مداد هم علی دماء الشهداء......